الله
رسول
محمد

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

جون
2009ء

اَلمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

المُرشد

برائی اور بے حیائی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ اب بجز ذکر الٰہی انسان کا بچاؤ ممکن نہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ المرشد

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جون 2009ء جمادی الاول / جمادی الثانی

جلد نمبر 30 | شمارہ نمبر 10

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن مینجر: رانا جاوید احمد

کمپوزنگ ڈیزائننگ اینڈ آرٹ

ملک عبدالخالق، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 20 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر	......	6
پاکستان کو کوئی خطرہ نہیں	امیر محمد اکرم اعوان	8
روح اور بدن کا رشتہ	امیر محمد اکرم اعوان	14
توحید مقصد اور اسکی نگرانی	امیر محمد اکرم اعوان	23
شیخ المکرم کا سپیشل کلاس سے خطاب	امیر محمد اکرم اعوان	30
یقین محکم کی ضرورت ہے	امیر محمد اکرم اعوان	36
اسلام محبتوں کا دین ہے	امیر محمد اکرم اعوان	41
نماز میں خشوع کی اہمیت	انور علی شاہ	45
کلام الٰہی کی حقانیت	م۔ش۔اویسی	47
The Reality of Kashf and Mushahidah	امیر محمد اکرم اعوان	51/56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔لاہور 042-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن، لاہور فون 042-5182727

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ٹی۔ایم بلڈنگ پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

"اور جو مصیبت بھی لوگوں پہ آتی ہے وہ ان کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر چہ بہت سے گناہوں سے درگزر کی جاتی ہے تو اکثر مصائب گناہ کی سزا کے طور پر آتے ہیں اور مومن کے لئے گناہ سے توبہ اور گزشتہ کی بخشش کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسی طرح باطنی اور قلبی طور پر بھی ایک گناہ ہو جائے تو وہ دوسرے کا سبب بن جاتا ہے تا آنکہ اس سے توبہ نصیب ہو یہ عام قاعدہ ہے اور اگر اللہ کریم معاف نہ فرماتے اور درگزر کا معاملہ نہ فرماتے تو لوگ زمین میں بھاگ کر یا کہیں چھپ چھپ کر اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتے تھے اور نہ ہی انہیں کوئی ایسا مدد کرنے والا یا دوست ہاتھ آتا جو انہیں بچا سکتا۔ اور اس کی عظمت کی دلیل ہے کہ انسان کو جہاز سازی کا شعور بخشا اور بڑے بڑے پہاڑوں جیسے جہاز سمندروں کے سینوں پر رواں ہیں اگر وہ چاہے تو موسم کو ان کے خلاف کر دے اور ہواؤں کو روک دے تو وہ پھنس کر رہ جائیں ان سب امور میں ایسے لوگوں کے لیے جو ٹھنڈے دل سے سوچتے ہیں اور احسان ماننے والے ہیں بہت دلائل ہیں کہ اللہ قادر ہے اگر وہ چاہے تو ان کے کفر اور کردار بد کے باعث انہیں تباہ و برباد کر دے مگر وہ بہت سی باتوں سے درگزر فرماتا ہے مگر اس کی آیات میں جھگڑا کرنے والے یہ ضرور جان لیں کہ اگر توبہ نہ کر سکے تو آخر وہ پکڑے جائیں گے اور کوئی بھاگنے کی جگہ نہ مل سکے گی۔"

اداریہ

نظام تعلیم میں فوری تبدیلی ناگزیر ہے!

حالیہ دورہ امریکہ کے دوران صدر مملکت آصف علی زرداری نے واشنگٹن میں پاکستانی کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا" مدارس ریفامز کے تحت حکومت تمام مدرسوں کا کنٹرول سنبھال لے گی اور طلبہ کو دینی تعلیم کے ساتھ جدید تعلیم سے بھی بہرہ مند کیا جائے گا۔حکومت نے پاکستان میں مدرسہ سسٹم میں اصلاحات لانے کا عزم کر رکھا ہے جس کے تحت نصاب کو جدید بنایا جائے گا اور انہیں حکومتی نظام میں شامل کر لیا جائے گا۔"

دینی مدارس میں اصلاحات، مدارس کو سرکاری تحویل میں لے کر ان کے جملہ اخراجات قومی بجٹ سے ادا کرنا اور مدارس میں علوم جدید کی تعلیم رائج کرنے جیسے اقدامات انتہائی خوش آئند ہیں جن کے یقیناً دوررس نتائج مرتب ہوں گے، بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے دینی مدارس کے خلاف ہونے والے منفی پروپیگنڈے میں کمی واقع ہوگی،عوام الناس کا مدارس پر اعتماد بڑھے گا،فرقہ بندی پر قابو پایا جا سکے گا،طلباء کا معیار زندگی بہتر ہو سکے گا اور دینی مدارس کے طلباء جدید ٹیکنالوجی،کمپیوٹر اور دیگر مادی علوم حاصل کر کے سرکاری ملازمت کے ذریعے سے حکومتی مشینری میں شامل ہو سکیں گے نیز مدارس کے اساتذہ کو بھی معقول مشاہرہ،گریجویٹی،میڈیکل الاؤنس،سالانہ چھٹیاں،پینشن اور دیگر مراعات حاصل ہو سکیں گی۔

حکومت اگر واقعتاً اس کارِ خیر میں مخلص ہے تو اسے تبدیلی کا آغاز اپنے گھر سے کرنا چاہیے۔اس کا آسان ترین حل یہ ہے کہ حکومت سب سے پہلے سرکاری سکولوں اور جدید تعلیمی اداروں میں دینی تعلیم کا بطورِ خاص اہتمام کرے کیونکہ جس دن ہمارے سرکاری تعلیمی ادارے جدید علوم کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم دینا بھی شروع کر دیں گے اس دن موجودہ مدارس کی شائد ضرورت ہی باقی نہ رہے۔بحیثیت قوم ہمارا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ ہم نے علم کو دین اور دنیا دو الگ الگ شعبوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔جن لوگوں کو مادی علوم پر دسترس حاصل ہے۔انہیں دینی علوم کی کچھ خبر نہیں اور جنہوں نے دینی علوم حاصل کیے ہیں وہ مادی علوم سے قطعی بے بہرہ ہیں اور علم کی اس تقسیم نے پورے معاشرے کو انتہا پسندی کی طرف دھکیل دیا ہے۔اب بابو اور مولوی دونوں اپنی اپنی جگہ انتہا پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔اس کا واحد حل یہی ہے کہ ایک ایسا نصاب تعلیم مرتب کیا جائے جو دینی اور مادی علوم کا حسین امتزاج ہو اور جس نصاب کو پڑھ کر طلباء اعتدال پسند شہری بن سکیں۔

دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینا اور ان کے جملہ اخراجات تعلیمی بجٹ سے ادا کرنا درحقیقت اس قدر اہم اور ناگزیر کام تھا جو قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی ہو جانا چاہیے تھا مگر بدقسمتی سے ہر حکومت نے اس معاملہ میں سنگین غفلت کا مظاہرہ کیا ملک میں طبقاتی نظام تعلیم رائج رہا اور اعلیٰ تعلیم پر ایک مخصوص طبقے کی اجارہ داری قائم ہوگئی۔اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت ملک میں رائج موجودہ نظام تعلیم کو تبدیل کرنے پر فوری توجہ مبذول کرے،نصاب تعلیم ہر ایک کے لئے یکساں ہونا چاہیے اور ملک کے ہر بچے کو یہ حق ملنا چاہیے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے مطابق ہر طرح کی تعلیم مفت حاصل کر سکے۔

یہ بات پورے یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ بدترین حالات میں بھی حکومت نے روایتی انداز اپنائے ہوئے اگر اس معاملہ میں بھی تجاہل عارفانہ سے کام لیا اور لٹھ لے کر فقط دینی مدارس کے پیچھے پڑی رہی تو صورت حال میں بہتری کی بجائے مزید خرابی پیدا ہوگی۔بہتر یہ ہوگا کہ حکومت سرکاری تعلیمی اداروں سے اصلاح احوال کا آغاز کرے،نظام تعلیم میں فوری تبدیلی لائے اور ایسا متوازن نصاب تعلیم مرتب کرے جو قومی ترجیحات اور دینی تقاضوں کے عین مطابق ہو۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر | نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر

متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں، اس کی مجھے خبر نہیں، اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم، سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آ سکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

درِ یار

ایمان کی بنیاد ہے توحید خدا کی
کسی اور کا حصہ نہ کبھی اس میں ملاؤ

یہ دعویٰ زبانی ہی تو مطلوب نہیں ہے
تم عمل بھی اس پہ تو کبھی کر کے دکھاؤ

امید کے رشتے تو کرو غیر سے پختہ
جب بھیک ملے غیر سے پھولے نہ سماؤ

اسی جوش جنون میں ہے بنا حلیہ بھی ایسا
مل جاؤ جو غیروں میں تو پہچانے نہ جاؤ

قانون بھی کافر کے ہیں، تعلیم بھی اس کی
تو قوم کو اپنی نہ کبھی دین سکھاؤ

گر سجدہ کرو ذوق سے خالی ہو وہ سجدہ
دل کو نہ کبھی ذکر الٰہی سے جگاؤ

گئے بھول کہ اللہ نے دیا عہد تھا تم کو
انتم الاعلون کبھی پڑھو اور پڑھاؤ

یہ وعدہ باری بھی تو مشروط تھا لیکن
تھا حکم کہ مومن بھی مجھے بن کے دکھاؤ

ہم کون تھے تقلید میں غیروں کی ہوئے کیا
اسلام کا آئینہ کبھی خود کو دکھاؤ

ہیں کرم کے دریا تو اسی موج میں اب بھی
گر دیکھنا چاہو تو کبھی لوٹ کے آؤ

سیماب کو دیکھو تمہیں دیتا ہے صدائیں
در غیر کا چھوڑو تو دریار پہ آؤ

اقوالِ شیخ

☆...... اب شیطان کا سارا زور گنتی کے لوگوں پر ہے کیونکہ انسانیت کی اکثریت تو اس کی ہم نوا ہوگئی ہے۔

☆...... ہدایت کا فیصلہ انسان کی تمنا پر کیا جاتا ہے کہ جب وہ تمنا کرتا ہے تو اللہ کریم اس کے لئے ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں۔

☆...... لوگوں میں جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں وہ ان کی اپنی رائے سے پیدا ہوتے ہیں، ہر کوئی اپنی رائے منوانا چاہتا ہے۔

☆...... عذاب کی ایک بدترین صورت یہ ہے کہ کسی کو احساس گناہ نہ رہے اور وہ کفر کی زندگی پر خوش ہو جائے کہ میں بڑی کامیاب زندگی بسر کر رہا ہوں۔

☆...... مسلمانی یہ ہے کہ سارے کے سارے اسلام کے اندر داخل ہو جاؤ، اسلام کے باہر جو قدم بھی ہوگا وہ شیطان کے نقش قدم پر ہوگا۔

☆...... برائی اور بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب بجز ذکرِ الٰہی انسان کا بچاؤ ممکن نہیں۔

☆...... ہم کسی کی ولایت کی رسید نہیں دے سکتے، کون ولی اللہ ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

سالانہ اجتماع

دارالعرفان منارہ، چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

سالانہ 4 جولائی 2009ء بروز ہفتہ سے

اجتماع

شروع ہو رہا ہے

اجتماع 10 اگست 2009ء

بروز اتوار تک جاری رہیگا

چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے۔

تزکیہ نفس کے لئے صحبت شیخ لازمی ہے، سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔ اس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبت شیخ بھی نصیب ہو تاکہ آپ کے قلوب ان انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبت شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہیں۔

پاکستان کو کوئی خطرہ نہیں!

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، 15-05-2009ء

ترجمہ وتفسیر

سورۃ المآئدہ آیات 32 تا 33

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

جولوگ اللہ کی زمین پرفساد پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ یقیناً اللہ اوراس کے رسول کے ساتھ جنگ کررہے ہیں انسانی مزاج ایسا ہے کہ یہ اپنے ہر کام کیلئے جواز تراشتا رہتا ہے ہرآدمی جوخود کرتا ہے اسے صحیح سمجھتا ہے اور جودوسرا کرتا ہے اسے فساد کہتا ہے تو اس طرح سے تو یہ متعین کرنا ممکن نہیں رہے گا کہ کون حق پہ ہے اور کون حق پر نہیں ہے۔

یادرکھیں! معیار حق اللہ کا کلام اور اللہ کا رسول ﷺ جس کام کو اللہ اور اللہ کے رسول نے فساد کہا ہے وہ فساد ہے جسے حضور ﷺ نے حق کہا ہے وہ حق ہے لہٰذا جوبھی احکام شریعت کی خلاف ورزی کرے گا وہ فساد کرنے والا ہے۔ ہمارے ہاں اب فساد کی تو حد ہوگئی یوں تو پوری دنیا فساد کی لپیٹ میں ہے لیکن وطن عزیز خاص کرانتہائی تکلیف دہ حالات کی طرف جارہا ہے اب سمجھ نہیں آتی کہ ملک کے اندر جنگ چھڑی ہوئی ہے اپنی فوج اپنے لوگوں سے لڑرہی ہے لوگ کیا چاہتے ہیں؟ وہ کیوں فوج سے لڑ رہے ہیں؟ ان کا مطالبہ کیا ہے؟ فوج کیا چاہتی ہے؟ حکومت کیا چاہتی ہے؟ دونوں میں سے کون حق پر ہے؟ ان کا مارا جائے وہ کہتے ہیں ہمارا شہید ہے ان کا مارا جائے یہ کہتے ہمارا شہید ہے اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ کون ظالم ہے؟ کون مظلوم ہے؟ یہ بھی ایک بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ جب فساد ہوتا ہے لڑائی ہوتی ہے تو بہت سے لوگ لوٹ مار کیلئے یا اپنے ذاتی مفادات کیلئے اس میں شامل ہوجاتے ہیں اس کی ذمہ داری بھی ان لوگوں پہ آتی ہے جوفساد پیدا کرتے ہیں کہ وہ فساد شروع کرتے ہیں تو ان کوموقع ملتا ہے اور اللہ کریم نے فرمایا کہ روئے زمین پرفساد کرنا انسانوں کومبتلائے عذاب کرنا ان کے حقوق سلب کرنا انہیں تکلیف دینا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ہے ہم ایک عجیب صورت حال میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہماری حقیقت بھی کچھ عجیب سی ہے اس ملک پر صدیوں برصغیر پر مسلمانوں نے حکومت کی اور ایک اسلامی نظام حکومت اس میں رائج کیا گیا اگرچہ اس سے آج کے دانش ور بڑے بھاگتے ہیں ماننا نہیں چاہتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس عہد کے جوقوانین تھے وہ آج بھی فتاویٰ کی شکل میں موجود ہیں اور علماء اس پرفتوے دیتے ہیں نظام تعلیم ایسا تھا کہ انگریز جب آئے توانہوں نے جورپورٹ دی خصوصاً مسلمانوں کے بارے تو ستاسی فیصد سے زیادہ لوگ پڑھے لکھے تھے مدارس ایسے تھے جنہیں جاگیریں ملی ہوئی تھیں ان کے اپنے بورڈ تھے بچوں کی تعلیم مفت ہوتی تھی کتابیں لباس خوراک تک انہیں مدارس سے ملتی تھی اور عام آدمی سے لے کرحکمران تک کا بیٹا ایک ہی مدرسے میں پڑھا کرتا تھا اور یہ جامعات تھیں جامع جہاں جمعہ پڑھا جائے اسے نہیں کہتے جامع یونیورسٹی کو کہتے ہیں جہاں دنیا کے سارے علوم پڑھائے جائیں اسے

جامع کہتے ہیں اب تو ہم نے ہر مسجد کو جامع بنالیا ہے اس میں جمعہ پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے تو جامعات تھیں انہی میں سے جرنیل بھی بن کے آتے انہی میں سے ادیب اور مورخ شاعر اور سائنسدان بھی آتے انہی میں سے طبیب اور ڈاکٹر بھی آتے تھے انہی میں سے کاروباری لوگ اور تاجر بھی پیدا ہوتے تھے انہیں مدارس میں سے علماء اور مفسر محدث اور فقیہہ بھی پیدا ہوتے تھے بہت خوبصورت نظام تعلیم تھا نظام عدل تھا معاشی نظام تھا انگریزوں کی کونسل کے ایک ممبر نے اٹھارہ بیس یا بائیس میں جو تقریر کی برطانیہ کی کونسل میں اس کی نقل موجود ہے حالانکہ اس کے بعد مسلمانوں کے بعد یہاں پنجاب پر سکھ قابض رہے " سکا شاہی" کا دور بھی رہا اس کے باوجود وہ لکھتا ہے میں نے ہندستان کے برصغیر کے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب تک سفر کیا ہے مجھے دو بندے نظر نہیں آئے میں نے کوئی گداگر نہیں دیکھا اور کوئی چور نہیں دیکھا لوگ اپنی روزی میں ایسے خود کفیل ہیں کہ کوئی چور نہیں دیکھا میں نے اور کوئی مانگنے والا نہیں دیکھا اس کے الفاظ ہیں there is no begger no thief آگے وہ کہتا ہے کہ ایسی قوم پر ایسی خود کفیل قوم پر حکومت کرنا اور انہیں غلام بنانا آسان کام نہیں ہے اگر ہم میں انہیں غلام بنانا ہے تو ہمیں سب سے پہلے ان کا نظام تعلیم تبدیل کرنا ہوگا جو ریڑ کی ہڈی ہے اور ایسا نظام تعلیم دینا ہوگا جو ان کی نظروں میں ہمارے طور طریقوں کو بڑا عالیشان بتائے اور جو ان کے آبا و اجداد کے شرعی اور اسلامی طریقے ہیں ان کو کمتر کر دے یہ ہمارے جیسا بننے میں فخر محسوس کریں اور مسلمانوں جیسا نظر آنے میں انہیں شرم آئے اگر یہ کر لیا ہم نے تو یہ قوم ہماری غلام ہوگی چنانچہ انہوں نے اپنا نظام تعلیم بنایا معیشت میں انہوں نے بنیاد سود پر رکھی اور بنک شروع کیے اور سودی نظام شروع کر دیا اسی طرح عدالتی نظام شرعی جو تھا اسے بدل کر اپنے طور طریقے شروع کیے جو غلاموں سے سلوک کیا جاتا ہے اسی طرح کی انہوں نے فوج بنائی جو شاہ کی وفادار ہو جو سیاہ وسفید حق و باطل نہ دیکھے اور ایک صدی تک وہ حکومت کرتے رہے اسی نظام کے تحت رفتہ رفتہ مسلمان تو خیر شروع سے لے کر آخر تک ان کے خلاف کوششیں کرتے رہے لیکن ایک صدی بعد بین الاقوامی صورت بھی ایسی بن گئی اور ملکی صورت بھی ایسی بن گئی کہ انقلاب کے آثار بن گئے اور انگریزوں کو ملک چھوڑنا پڑا کہا یہ جاتا ہے کہ انگریز چلے گئے ہم آزاد ہو گئے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ساتھ دھوکہ ہے ہم آزاد نہیں ہوئے ہم آزاد تب ہوتے جب انگریز کا دیا ہوا نظام تعلیم بدل جاتا اور اپنا نئے سرے سے نظام تعلیم اپنا دین اپنے عقیدے اپنے مزاج اور اپنی شریعت کے مطابق بناتے اس میں دینی علوم بھی ہوتے دنیوی علوم بھی ہوتے آزاد ہم تب ہوتے جب ہم اپنی عدلیہ بناتے جو ہمارے مزاج اور ہمارے عقیدے اور ایمان کے مطابق فیصلے کرتی آزاد ہم تب ہوتے جب ہم اپنا معاشی نظام بناتے سود سے پاک ہوتا اور حلال طریقوں کے مطابق ہوتا ہوا یہ کہ انگریز کے جانے کے بعد سب کچھ وہی رہا اور ابھی تک سب کچھ وہی ہے سارے قانون وہی ہیں سارا نظام وہی ہے نظام تعلیم وہی ہے نظام معیشت وہی ہے اور عدالتی نظام وہی ہے جو انگریز نے وضع کیا تھا سیاسی اور فوجی نظام بھی وہی ہے جو انگریز نے وضع کیا تھا یعنی بیڑیاں بھی پاؤں میں وہی ہیں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں بھی وہی ہیں گلے میں طوق بھی وہی ہے ہوا یہ کہ انگریز چلا گیا اور وطن عزیز کے رہنے والے کچھ لوگ جو انگریزوں کے خدمت گزار تھے نواب اور نواب زادے سر اور خان بہادر ان کو جاگیریں مل گئیں انہیں انگریز جاتے جاتے وہ زنجیر ان کے ہاتھ میں پکڑا گیا قوم ویسے ہی ان کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اب جب اکسٹھ برس سے وہ نظام نہیں بدلا تو اگر انگریز کے نظام کے خلاف ہمیشہ بغاوت ہوتی رہی تو میرا خیال ہے اب اکسٹھ برس لوگ ٹوٹ پڑے ہیں کہ یہ نظام نہیں چاہیئے اور اب یہ نظام دم توڑ رہا ہے اب

حکومت کہتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ نظام نہیں چاہیئے یہ فسادی ہیں وہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے کافرانہ نظام نافذ کر رکھا ہے یہ فسادی ہیں اب فیصلہ اللہ ہی کرے گا کہ کون فسادی ہے دونوں نے اللہ کے پاس جانا ہے بات بڑی واضح اور کوئی لڑائی نہیں ہے اگر حکومت کو اس بات پہ اعتبار نہیں آتا تو حکومت پورے ملک میں اسلامی نظام نافذ کردے پھر دیکھتے ہیں کہ کون بندوق اٹھا کر حکومت کے خلاف آتا ہے حکومت انگریز کا نظام ختم کردے اور پورے ملک میں بنکوں کو بلا سود کردے نظام تعلیم میں دین اور دنیا کی تعلیمات کو شامل کر کے خوبصورت سا گلدستہ بنا دے یہ کونسا نظام ہے کہ انگریزوں کے بچے تو ایچی سن میں پڑھیں اور مری جا کر پڑھیں اور وہاں سے انگلینڈ چلے جائیں اور غریب کے بچے کو ٹاٹ اور بوری تک بھی میسر نہ ہو دھوپ میں بیٹھا ہو درخت کے سائے میں بیٹھ کر پڑھے یہ کونسا نظام تعلیم ہے پھر ساری عمر پڑھتے جاؤ تو دو جملے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں سکھاتے بڑے سے بڑے ڈاکٹر بن جاؤ بڑے سے بڑے پروفیسر بن جاؤ دو جملے بنیادی ایمان کے اس پورے نظام میں نہیں ہیں یہ عجیب جمہوریت ہے جمہوریت کیا بلا ہے ہمارے سیاسی علماء بھی جمہوریت جمہوریت چلا رہے ہیں ان سب کو مزا آ گیا ہے کہ یہ ایسی جمہوریت ہے کہ ان گنے چنے لوگوں کو ہر بار حکومت مل جاتی ہے جمہوریت تو آپ تب کہتے کہ اس دفعہ نوابوں کی حکومت ہے اگلی دفعہ الیکشن ہوئے تو غریب لوگ آگے آ گئے کوئی کاشتکار آگے آ گئے کوئی مزدور آگے آ گئے پتہ چلتا کہ بھئی جمہوریت ہے ہر ایک کو برابر کا حق ملتا ہے یہ کونسی جمہوریت ہے کہ پندرہ بیس خاندان ہیں ملک میں اور نصف پون صدی سے ہیں پھر پھر کر انہی کو اوپر لے آتی ہے یہ عجیب جمہوریت ہے تو یہ سارا ایک دھوکہ ہے ایک پورے ملک اور پوری قوم کے ساتھ فراڈ ہے اگر یہی نظام رہنا تھا تو یہ یہاں سے بہتر ہندستان مین رائج ہے پھر پاکستان بنانے کی ضرورت کیا تھی کروڑوں لوگوں کو راستے میں شہید کرانے کی ضرورت کیا تھی لاکھوں گھروں کو اجاڑنے کی کیا ضرورت تھی لاکھوں بہو بیٹیوں کی عزتیں پامال کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ نظام جو پاکستان میں ہے یہ ہندستان میں پاکستان سے بہتر چل رہا تھا پھر پاکستان بنانے کی ضرورت کیا تھی اگر اسی نظام میں رہنا تھا تو سب ایک جگہ رہتے اور اگر بنایا تھا اور لوگوں کو نعرہ دیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ تو پھر اپنے وعدے پہ آؤ اس نظام کو بدلو دینی نظام نافذ کرو پھر جو تمہارے خلاف بندوق اٹھائے گا وہ واقعی مفسد ہوگا واجب القتل ہوگا لیکن اگر کوئی کہتا ہے اسلام نافذ کرو آپ اس پہ گولی چلاتے ہیں تو جواب میں وہ بھی گولی چلاتا ہے تو ہم اس کے جج نہیں ہیں اس کا انصاف اللہ کریم کرے گا کہ کون خلوص سے اسلام کی خاطر لڑ رہا ہے اور کون پورے خلوص سے کافرانہ نظام جاری رکھنے کیلئے لڑ رہا ہے یہ فیصلہ رب العالمین ہی کرے گا ہم اس حیثیت میں نہیں ہیں کہ اس کا فیصلہ کریں۔ اللہ نے ہر انسان کو حق دیا ہے وہ مومن ہے یا کافر کیا کافر کی روزی اللہ نے بند کر دی ہے کیا کافر اس فضا میں سانس نہیں لیتا کیا اللہ کا سورج کافر کو اپنی روشنی نہیں پہنچاتا کیا اللہ کی دی ہوئی روزی کافر نہیں کھا رہا اس نے انسان کو مہلت دی ہے فرصت دی ہے کائنات اس کے سامنے بچھا دی ہے صرف یہ ہے کہ یہ سب کچھ میرا ہے میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اسے استعمال کرو میری عظمت کے اور میری توحید کے قائل رہو اور میرا شکر ادا کرو بات ختم ہوگئی اتنی سی بات ہے اب یہ ہر بندہ اپنے دل میں خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کوئی جو مطالبہ کرتا ہے اسلام نافذ کیا جائے وہ فساد کر رہا ہے یا جو یہ کہتے ہیں نہیں یہی انگریزی نظام تمہارے گلے میں پھنسائے رکھیں گے وہ فساد کر رہے ہیں یہ بڑی عجیب صورت حال ہے اور پھر جب جنگ کی صورت حال بنتی ہے تو اس میں بے شمار چور اچکے ڈاکو ہر قسم کے لوگ کوئی اپنی دشمنی کا بدلہ لینے کیلئے کسی کو قتل کر رہا

ہے کوئی پیسے چھیننے کیلئے کر رہا ہے کوئی چوری کیلئے کر رہا ہے تو اس سارے کا جواب بھی ان لوگوں کو دینا پڑے گا آخرت میں جنہوں نے فساد شروع کیا ہے اللہ کریم نے اپنے نظام عدل میں دو طرح کی سزائیں رکھی ہیں کچھ معاملات ایسے ہیں کہ جو حقوق اللہ نے دیے ہیں ان کو اگر چھینا جائے تو اس کیلئے سزا بھی اللہ نے مقرر کر دی ہے اسے "حد" کہتے ہیں کچھ معاملات ایسے ہیں جو لوگوں کے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اگر ان میں زیادتی کی جائے تو اس کی سزا اللہ کریم نے قاضی یا جج یا منصف پہ چھوڑ دی ہے اسے "تعزیر" کہتے ہیں شریعت میں دو طرح کی سزائیں ہیں حدود اور تعزیرات۔ حدود یہ ہیں کہ جو حق بندے کو اللہ نے دیا ہے وہ چھینا جائے تو حد جاری ہوگی اس کیلئے قاضی یا منصف یا جج صرف شہادت جمع کرے گا گواہیاں لے گا اگر جرم ثابت ہو گیا تو سزا وہ اپنی طرف سے نہیں دے سکتا سزا اللہ نے مقرر کر دی ہے جسے اللہ نے جینے کا حق دیا ہے ہر بندے کو کافر کو بھی مومن کو بھی کوئی ناحق کسی کو قتل کر دے گا تو وہ قتل کیا جائے گا یہ اللہ نے اس پر حد جاری کر دی ہے کہ قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے اسی طرح کوئی ڈاکہ کرتا ہے کسی سے مال چھینتا ہے تو اس کی سزا مقرر کر دی کہ ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف سے پاؤں کاٹ دیا جائے کوئی چوری کرتا ہے اس کو مال اللہ نے دیا ہے اس کا حق ہے مال رکھنا اللہ نے منع کیا ہے وہ نہیں رہتا اللہ نے سزا مقرر کر دی چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے یہ حدود ہیں اسی طرح کوئی ناجائز کسی کی عزت سے کھیلتا ہے اس کیلئے سنگسار کرنے کی سزا مقرر کر دی ہے اب زندہ رہنے کا حق ہر شخص کو اللہ نے دیا وہ مومن ہے یا کافر بغیر شرعی حکم کے کوئی شخص کسی کافر کو بھی قتل کرنے کا مجاز نہیں ہاں اللہ جس نے جان دی ہے وہ واپس لے سکتا ہے دوسرا حق اللہ نے دیا ہے ہر شخص کو عقیدہ رکھنے کا وہ ایمان لائے تو اللہ اسے قبول فرماتا ہے نہ لائے تو حساب آخرت میں ہوگا میں اور آپ کسی کی گردن پہ چھری رکھ کے نہیں کہہ سکتے کہ کلمہ پڑھو ورنہ گردن کاٹ دی جائے گی یہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے یہ جو زندہ رہنے کا حق ہے اس کی تفصیل کی جائے تو اس میں زندگی کی ہر ضرورت آجاتی ہے زندہ رہنے کا حق ہے تو اس کے مال کی حفاظت کرنے کا بھی حق ہے زندہ رہنے کا حق ہے تو اس کی آبرو کی حفاظت کا بھی اسے حق حاصل ہے تو اسے روزگار کے مواقع حاصل کرنے کا بھی اسے حق ہے زندہ رہنے کا حق ہے تو اس کے بچوں کی تعلیم کا بھی حق ہے اسے کہ حکومت ان کا انتظام کرے زندہ رہنے کا حق ہے تو اس کی بیماری کا علاج کرنے کا بھی حق بنتا ہے کہ اس کا اہتمام کیا جائے اور یہ بغیر مومن و کافر کی تفریق کے ہوگا ہر شہری وہ مومن ہے یا کافر اس کی جان کی ضمانت دی جائے اس کے مال کی ضمانت دی جائے اس کی آبرو کی ضمانت دی جائے اس کے روزگار کی ضمانت دی جائے اس کے بچوں کی تعلیم کی ضمانت دی جائے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اگر ان حقوق کو کوئی اس سے چھینے گا تو وہ زمین پر فساد پیدا کرنے والا ہو گا تو اللہ نے حدود مقرر کر دی ہیں اب حدود میں بڑا جرم ہے قتل لیکن مقتول کے ورثاء جو اس کی جائداد لیتے ہیں اس کا مال لیتے ہیں اور اس کے بعد اس کے وارث بنتے ہیں انہیں اللہ نے اس کے خون کا بھی وارث بنا دیا کہ وہ چاہیں تو قتل معاف کر سکتے ہیں یا خون بہا لے سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود قاضی کے پاس یہ اختیار رہتا ہے وہ قتل سے تو بچ جائے گا بدلے میں قتل نہ ہوگا لیکن قاضی کو یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے بالکل چھوڑ دینے سے دوبارہ فساد تو نہ ہوگا تو وہ اسے قید کر سکتا ہے یا ملک سے باہر نکال سکتا ہے شہر بدر کر سکتا ہے یہ قاضی کی صوابدید پر ہوگا زنا قتل چوری ڈاکہ اس کے علاوہ جو جرائم ہیں ان کی سزا عدالت منصف اور جج کی صوابدید پہ اللہ نے چھوڑ دی اسے تعزیرات کہتے ہیں تو فرمایا یقیناً جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اب دیکھیں جو بھی اللہ اور اللہ کے رسول سے جنگ کرتا ہے اور اس کی تفسیر بھی بیان فرمائی اللہ

اور اللہ کے رسول سے جنگ کون کرتا ہے فرمایا جو اللہ کی زمین پر فساد پھیلاتا ہے اللہ کی مخلوق کے حقوق سلب کرتا ہے انہیں قتل کرتا ہے انہیں گھروں سے نکالتا ہے انہیں لوٹتا ہے انہیں تباہ کرتا ہے جو بھی یہ جرم کرے گا جو اللہ کی مخلوق سے جنگ کر رہا ہے ان پہ ظلم کر رہا ہے گویا اس نے اللہ سے اعلان جنگ کر رکھا ہے تو اس کی سزا یہ ہے ایسے لوگوں کو قتل کیا جائے اگر اس نے قتل کا جرم کیا ہے تو اس کے بدلے میں اسے قتل کیا جائے یا اسے پھانسی دی جائے سزائے موت دی جائے یا تلوار سے قتل کیا جائے یا سولی پہ لٹکایا جائے یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا انہیں ملک سے نکال دیا جائے ملک بدر کر دیا جائے یہ قاضی کی صوابدید پر ہے کہ وہ حالات واقعات اور شہادتوں کے مطابق اسے سزا دے اور ہمارے ہاں یہی صورت حال بنی ہوئی ہے یہ بڑی عجیب ہے ایک تو افغانستان میں جب انقلاب آیا روس کے خلاف تو جو جماعتیں روس کے خلاف لڑتی رہی تھیں جب روس چلا گیا تو ان سے بھی کام سنبھل نہ سکا تو آپس میں لڑنے لگ گئیں تو کچھ طلباء تھے مدارس کے جوان کے خلاف کھڑے ہو گئے اور بنتے بنتے ان کی اتنی جمیعت بنی کہ انہوں نے ان سے ملک چھین لیا وہ چونکہ مدرسے کے طلباء اور مدرس تھے ان کا نام پڑ گیا طالبان اور طالبان ہی پشتو میں طلباء کو ویسے ہی کہتے ہیں انہوں نے کچھ عرصہ افغانستان پہ حکومت کی جتنا عرصہ افغانستان پر طالبان کی حکومت رہی افغانستان کی جب تک معلوم تاریخ ہے اس میں پر امن زمانہ ہے عدل و انصاف کا زمانہ ہے کوئی کسی کو تکلیف نہیں دیتا تھا اب اس کے بعد وہ نام اتنا عام ہوا کہ جو چور اُچکا اٹھ کے کھڑا ہوتا ہے اسے کہتے ہیں یہ طالبان ہے یعنی جو لڑائی جھگڑے شروع کر دیتا ہے فساد کرتا ہے اس کا نام طالبان پڑ جاتا ہے جو تشریح امریکی دانشوروں نے کی ہے طالبان کی انہوں نے کہا جو بندہ داڑھی رکھے مسجد جاتا ہو نماز پڑھتا ہو شراب نہ پیتا ہو بدکاری نہ کرتا ہو وہ سب طالبان ہیں یہ امریکی تشریح ہے امریکہ نے ایک کمیٹی بنائی تھی بڑے بڑے دانشوروں کی جس نے پانچ چھ مہینے اس پہ ریسرچ کی وہ کتاب چھپی اس میں یہ موجود ہے کہ طالبان کون ہیں اور کون فسادی ہے انہوں نے کہا کہ بھئی ایک تو یہ ہے کہ داڑھی رکھ لے دوسرا یہ ہے کہ نماز پڑھتا ہو حلال کھاتا ہو شراب نہ پیتا ہو عورتوں کے ساتھ بدکاری نہ کرتا ہو سینما نہ دیکھتا ہو بے حیائی نہ کرتا ہو اس طرح کی باتیں جو نہیں کرتا وہ سب طالبان ہیں اس کا مطلب تو یہ ہے کہ امریکی تشریح کے مطابق سارے مسلمان طالبان ہیں اب رہ گئی ہماری اپنی بات ملک کی بات حکومت کی بات یہ بھی کہتے ہیں طالبان فسادی ہیں ہم سے لڑ رہے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ کچھ مولوی حضرات انہیں آیات بھی نکال کر دیتے ہیں وہ ان پر چسپاں کرتے رہتے ہیں اب یہی آیت ادھر چسپاں کر دو یا ادھر کر دو لیکن یہ دیکھنا کہ یہ کلام اللہ کی آیت ہے اور اس کا مصداق کون ہے، ہم اپنی طرف سے کریں گے تو روا نہیں ہو گی ہمارے سامنے تو حالات ہیں میں نے آپ کے سامنے رکھ دیے حکومت کا حکمرانوں کا سیاستدانوں کا سیاسی جماعتوں کا دینی سیاسی جماعتوں کا سب کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ یہی مغربی جمہوریت یہی فراڈ یہی دھوکہ جاری رہے یہی قانون یہی نظام تعلیم اور یہی انگریزی نظام چلتا رہے جو اس کے خلاف ہے وہ فسادی ہے دوسری طرف کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں اللہ کا دین اللہ کا اسلام نافذ کرو تم نے ملک اسلام کے نام پہ لیا تھا اب کون بدمعاش ہے اس کا فیصلہ اللہ ہی کرے گا ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ادھر بھی کلمہ گو ہیں ادھر بھی کلمہ گو، ادھر بھی بے شمار ایسے لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرنے والے ہیں نماز روزہ کرنے والے مجبوراً پھنسے ہوئے ہیں اپنی نوکریوں ملازمتوں میں وہ چھوڑ کر کہاں جائیں وہ لڑ رہے ہیں بیچارے ادھر بھی کچھ بدمعاش بھی ہونگے کچھ چور اچکے ہونگے پھر غیر ملکی ایجنسیاں خود امریکہ تک چوروں اچکوں بدمعاشوں کو پیسے دے کر پاکستان کے

خلاف لڑ رہا ہے ہندستان تو ہے ہی امریکہ بھی اس میں شامل ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ پاکستان کے بدمعاش اور پاکستان کی فوج آپس میں لڑتے رہیں یہ ملک کمزور ہو جائے انہیں ادھار دے رہا ہے سود پر انہیں مفت پیسے دے رہا ہے یہ سود لے کر خوش ہیں وہ مفت لے کر لڑ رہے ہیں ان سے تو وہ سمجھدار لگتے ہیں مجھے کہ وہ مفت میں لے رہے ہیں اب کون خلوص دل سے نفاذ اسلام کیلئے بات کر رہا ہے اور کون امریکی دولت یا ہندستانی دولت لوٹنے کیلئے لگا ہوا ہے دلوں کے حال تو اللہ ہی جانتا ہے جانا ہم سب نے ایک ہی جگہ ہے ایک ہی میدان میں جمع ہونا ہے گھبرانے کی بات نہیں فیصلہ ہو چکا جہاں تک ملک کا تعلق ہے ایک رواج ہو گیا ہے رات بھی وزیر اعظم صاحب فرما رہے تھے ملک ٹوٹ جائے گا پاکستان نہیں رہے گا سیاستدانوں کا جب اقتدار خطرے میں پڑتا ہے تو کہتے ہیں ملک خطرے میں ہے مولوی کی جب روٹیاں خطرے میں پڑتی ہیں تو کہتا ہے اسلام خطرے میں ہے نہ اسلام کو خطرہ ہے نہ پاکستان کو خطرہ ہے اسلام بھی ہمیشہ رہے گا انشااللہ اور پاکستان بھی رہنے کیلئے بنا ہے انشاءاللہ یہ بھی رہے گا یہ خود مٹ جائیں گے جو اس کے مٹنے کی باتیں کرتے ہیں یہ ملک انشااللہ رہے گا ابھی تو مقابلہ پیچھے ہے یہ تو ابھی ابتدا ہے وہ کیا کہتے ہیں انگریزی میں جسے ٹریلر کہتے ہیں یہ فلمیں بناتے ہیں نا تو اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جمع کر کے اشتہار بناتے ہیں یہ تو جنگ کے ٹریلر ہیں جھلکیاں ہیں جو سامنے آ رہی ہیں جنگ تو ابھی باقی ہے کفر اور اسلام میں ہو گی اسی سرزمین پر ہو گی سر زمین ہند پر ہو گی برصغیر پر ہو گی اس میں پاکستان بھی ہے ہندستان بھی ہے اور وہ غزوۃ الہند ہو گی جس کے بارے نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے اور اس میں اسلام کو فتح ہو گی اور پورا ہندستان پاکستان بن جائے گا اس لئے پاکستان مٹنے کیلئے نہیں بنا ہے۔ یہ ملک نہ صرف قائم رہنے کیلئے بنا ہے بلکہ پھیلنے کیلئے بنا ہے انشاءاللہ پورے برصغیر پر پاکستان ہو گا اور لال قلعے پر پھر پاکستان کا جھنڈا لہرائے گا یہ تو اس کی جھلکیاں ہیں ان میں کون حق پر ہے اور نہیں اس کا فیصلہ اللہ کرے گا جو صورت حال سیدھی سیدھی ہے میں نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے تو ان میں حدود اللہ آتی ہیں جو فساد میں کسی کو ناجائز قتل کرتا ہے اسے بدلے میں قتل کیا جائے یا اسے سولی پہ لٹکا کر سزائے موت دی جائے جو ڈاکہ کرتا ہے راہزنی کرتا ہے لوگوں کو لوٹتا ہے اس کا ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے کہ وہ لوٹنے کے قابل نہ رہے اور عبرت بھی بن جائے یا پھر ایسے لوگوں کو ملک بدر کیا جائے یہ سزائیں یہ حدود جو ہیں یہ انہیں دنیا میں ذلیل کرنے کیلئے جاری کی گئیں ہیں زندگی بھر محتاج ہو جائیں سزائے موت پا جائیں یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں تو بدنام بھی ہو جائیں اور محتاج بھی ہو جائیں تا کہ عبرت کا سامان بن جائیں دوسروں کیلئے کہ امن عامہ میں خلل نہ ڈالا جائے اور اس سے ان کا آخرت کا عذاب معاف نہیں ہو گا بلکہ آخرت میں تو بہت بڑا عذاب ان پر مسلط کیا جائے گا بہت سخت عذاب دیا جائے گا جو اللہ کی حکومت میں اللہ کی سلطنت میں اللہ کی ریاست میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے انہیں تباہ کیا جائے گا انہیں عذاب دیا جائے گا ہاں اللہ بڑا کریم ہے پھر رعایت دے دی فرمایا ہاں کوئی جتنے گناہ بھی کر لے پکڑے جانے سے پہلے اسے خوف خدا دامن گیر ہو اور گوشے میں بیٹھ کر اللہ سے توبہ کر لے توبہ کا مطلب ہے کہ پچھلا گناہ چھوڑ دے آئندہ گناہ نہ کرے فرمایا اگر قابو آ گئے قابو آ کر تو ہر کوئی توبہ کرتا ہے قابو آنے سے پہلے اگر توبہ کر لے تو فرمایا یہ بات بڑے غور سے جان لو اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے کتنے گناہ کرنے کے بعد بھی اس کی بارگاہ میں آ جائے آئندہ کا عہد کر لے نافرمانی نہ کرنے کا عہد کرے تو پچھلے گناہ وہ معاف فرما دے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆

روح اور بدن کا رشتہ

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، ماہانہ اجتماع 3 مئی 2009ء

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیُمo

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امرر بی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً (بنی اسرائیل آیت ۸۵)

اور یہ لوگ آپ سے روح کے بارے سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے روح میرے رب کے حکم میں سے ہے اور جو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے مشرکین مکہ حضور ﷺ پر مختلف سوال پیش کیا کرتے تھے مشرکین میں خود تو کوئی مذہبی شعور نہیں تھا لیکن وہ سفر کر کے یہود کے ان علماء کے پاس جاتے جو مدینہ منورہ کے قریب کی آبادیوں میں مقیم تھے علمائے یہود مشرکین مکہ کو مختلف سوال سکھاتے کہ اگر وہ نبی برحق ہیں تو ان سوالات کے صحیح جواب دیں۔ انہی سوالوں میں سے ایک سوال روح کے بارے تھا کہ روح کیا ہے جس کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ کہہ دیجیے روح امر ربی میں سے ہے۔

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ بنیادی طور پر عالم دو ہی ہیں ایک عالم خلق دوسرا عالم امر ولہ الخلق والا مر (الاعراف آیت ۵۴) عالم خلق بھی اسی کا ہے اور عالم امر بھی اسی کا ہے۔ جہاں عالم خلق ختم ہوتا ہے وہاں سے عالم امر شروع ہوجاتا ہے۔ موت وحیات، صحت وبیماری، امارت وغریبی، طاقت وکمزوری یہ سارا سلسلہ عالم خلق کے ساتھ وابستہ ہے، عالم امر صفات الٰہی کا مظہر ہے جس طرح اللہ جل شانہ کی ذات قدیم ہے اسی طرح اس کی صفات بھی ازلی وابدی ہیں۔ تمام صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں جس طرح اس کی ذات ازلی وابدی وقدیم ہے بے چوں وچگوں ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے چوں وچگوں ہیں۔

انسان کو جو روح بخشی گئی وہ عالم امر میں سے ہے عالم امر کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ مادے کی تفصیل تو اللہ نے بتادی کہ کیچڑ سے بنایا گیا جس کے اجزاء آگ، مٹی، ہوا اور پانی ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ روح کس طرح نبی اس کی عالم امر میں کیسے تخلیق ہوئی اور اس کے بارے فرمایا وما او تیتم من العلم الاقلیلاً یعنی یہ کہ انسان عالم خلق میں رہ کر وہ وسعت عملی حاصل نہیں کرسکتا کہ عالم امر کا احاطہ کر لے لہذا انسانی علوم اس بھید کو نہیں پاسکتے نہ یہ سمجھنے کی ان میں استعداد ہے کہ روح کی تخلیق کس طرح ہوئی اور بدن کے ساتھ اس کا رشتہ کس طرح قائم ہوا انسان کے لئے اتنا جان لینا اور اس پر یقین کر لینا ہی ضروری ہے کہ روح عالم امر میں سے ہے اور یہ اللہ کی قدرت کاملہ کا عجیب کرشمہ ہے کہ اس نے عالم خلق کے بھی کثیف ترین مادے یعنی کیچڑ کو لطیف ترین عالم کی چیز روح سے جوڑ کر دیا اور ایسا جوڑ لگایا جو اب کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

انسان کو عالم امر سے روح عطا ہی اس لئے کی گئی ہے کہ وہ معرفت الٰہی کو پاسکے۔ روح ہی کے سبب انسان میں یہ استعداد آئی ہے کہ وہ اللہ کو پہچان سکے۔ تمام مخلوقات میں سے صرف انسان کو استعداد عطا کی گئی ہے باقی کسی مخلوق میں جرائت نہیں کہ وہ یہ سوال کر سکے کہ اللہ کون ہے؟ اللہ کہاں ہے؟ اللہ کیسا ہے؟ اللہ کے حکم کی اطاعت تو ساری کائنات کرتی ہے اور ہر جگہ کرتی ہے لیکن یہ سوال کرنا کسی کے بس میں نہیں حتکہ مقربان بارگاہ فرشتے، حاملین عرش فرشتے بھی اس

استعداد سے عاری ہیں۔

انسان کی تخلیق میں اللہ نے ترتیب یہ رکھی ہے کہ مادی جہان کے عناصر اربعہ آگ، مٹی، ہوا اور پانی جب ملتے ہیں تو ان سے بخارات پیدا ہوتے ہیں اسے روح حیوانی یا نفس کہتے ہیں، بخارات کی یہ طاقت خون کو گرم رکھتی ہے اور رگوں میں دوڑتی ہے اسی لیے جب انسان کی موت واقع ہوجاتی ہے تو اس کا بدن سرد ہوجاتا ہے اس کے روح حیوانی کی وہ حرات جو اعضائے بدن میں تھی وہ ختم ہوگئی لیکن اگر بندے کی موت واقع نہ ہو وہ عرصہ دراز تک بے ہوش رہے تو زندگی قائم رہتی ہے۔ روح حیوانی یا نفس کی تخلیق ہی مادی اجزاء سے ہوئی ہے لہذا اس کی فوری رسائی مادی چیزوں تک ہی ہوئی ہے اور اس کی محبت بھی مادی اشیاء سے ہوتی ہے۔ وہ خواہشات کی فوری تکمیل چاہتا ہے اسی لیے فرمایا گیا۔

ان النفس لا مارۃ بالسوء (سورۃ یوسف آیت ۵۳)

بے شک نفس برائی کا حکم دیتا ہے، عیاشی کا حکم دیتا ہے، لوٹ کھسوٹ کی راہ کا خواہش مند ہوتا ہے۔ انسان کی تخلیق میں دوسری چیز روح ہے جو عالم امر سے ہے یہ نہایت پاکیزہ ہے اور انتہائی لطیف ہے یہ واپس اپنے گھر کو اپنے وطن کو لوٹنا چاہتی ہے لیکن اس کا بدن انسانی سے ایسا رشتہ ہے کہ اسے چھوڑ نہیں سکتی یعنی بدن کے تقاضے مادی تقاضے رکھتے ہوئے بدن ان اعمال میں مشغول ہوتا ہے اور اسی بدن میں روح کا جوڑ لگا ہوا ہے جو پاکیزگی، بھلائی، نیکی کی انتہائی بلندیوں کا خواہش مند ہے۔ ان دو قوتوں کو انسانی وجود میں ودیعت کر کے اللہ کریم نے انسان کو یہ اختیار عطا کیا ہے۔

انا ھدینہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراً (الدھر آیت ۳)

" کہ انسان کو دونوں راستے دکھا دیے گئے ہیں وہ مخلوق ہو کر عالم خلق میں رہ کر اپنا رشتہ عالم امر سے استوار کرنا چاہتا ہے یا عالم امر کی امانت کو مادی لذات پر فریفتہ ہو کر پیچھے پھینک دینا چاہتا ہے یہ انسان کی اپنی پسند ہے اپنا اختیار ہے جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے وہ کر لے، دنیا میں راستے دونوں کھلے ہیں محاسبہ ضرور ہوگا جو اپنے اصل وطن کو پانے کے لئے کوشاں رہا وہ انعام پائے گا اور جس نے صرف مادی دنیا کو ترجیح دی اور اپنے وجود کے ساتھ روح کو بھی تباہ کیا وہ سزا پائے گا۔

مادی دنیا میں اللہ کریم نے روح کو بدن کے تابع کر دیا ہے، بدن مکلّف بالذات ہے روح بدن کے اندر مقید ہے مادی دنیا کے گرم و سرد، نیکی و بدی بدن براہ راست برداشت کرتا ہے لیکن اس کے اثرات روح بھی بھگتتی ہے بدن اگر گناہ میں آلودہ ہوتا ہے تو اس کا میل روح پر بھی آتا ہے اگر بندہ کفر پر مرجائے تو اس کی روح بھی مرجاتی ہے روح کی موت کا معنی یہ ہے کہ روح کی استعداد ختم ہوجاتی ہے، ورنہ روح کی موت یا بدن کی موت فنا کا نام نہیں روح کی موت یہ ہے کہ وہ اللہ کریم کی رحمت سے محروم ہوجائے ورنہ دنیا سے چلے جانا تو زندگی کے تسلسل کا ایک عمل ہے عرف عام میں جسے موت واقع ہونا کہا جاتا ہے، وہ دراصل اس عالم سے انتقال کر کے دوسرے عالم میں چلے جانا کا نام ہے۔

زندگی کے تسلسل میں ابتداء یہ تھی کہ روح عالم امر میں تھی اور اجزائے زمین پر بکھرے ہوئے تھے پھر وہ صلب پدر میں جمع ہو کے شکم مادر میں پہنچے، وجود بنا اللہ نے اس میں عالم امر سے روح بھیج دی پھر تبدیلیوں کے مراحل سے گزر کر وہ دار دنیا میں آگیا، دنیا سے پھر اسے برزخ میں جانا ہے برزخ سے اس میدان حشر میں جانا ہے وہاں سے ابدالآباد کے ٹھکانے میں داخل ہونا ہے۔ تو انتقال ہوجانا اسی سفر کے تسلسل کی ایک کڑی ہے یہ فنا نہیں، بلکہ موت ایسی صبح کا نام ہے جسکا دن کبھی ختم نہ ہوگا۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

روح کی حیات اس میں ہے کہ بندے کو اللہ کے نبی علیہ السلام

پر ایمان نصیب ہو اور بندے کو اپنے نبی علیہ السلام کی وساطت سے اللہ پر ایمان نصیب ہو جائے گویا روح کی زندگی ایمان سے ہے اور روح کی قوت اعمال صالحہ سے ہے۔ اگر کسی کو ایمان نصیب نہ ہو تو روح میں ایمان قبول کرنے کی استعداد تو رہتی ہے کہ دار دنیا مہلت عمل ہے لیکن ایمان سے محروم لوگوں کے بدن ان کی روحوں کی قبریں ہوتی ہیں۔ ایک عرب شاعر نے کہا تھا۔

اجسا هم قبل القبور قبورهم.

کہ ایمان سے محروم لوگ ایسے ہیں جیسے چلتی پھرتی قبریں جن کے بدن کے اندر روح کی قبر بنی ہوئی ہے۔

جو اختیار انسان کو دیا گیا ہے اس کے مطابق اسے فیصلہ کرنے کی آزادی ہے لیکن اللہ کریم کی طرف سے تخلیقی طور پر ہر انسان کو پاکیزہ فطرت پر تخلیق کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

کل مولود یولد علی فطرة ا فاابواه یهو دانه او نصر انه اوتمجسا نه او کما قال رسول صلی الله علیه وسلم.

کہ ہر انسان معرفت الٰہی شعور و آگہی کی فطری استعداد لے کر پیدا ہوتا ہے دنیا میں آنے کے بعد اس کے سامنے پہلا ماڈل اس کے والدین ہوتے ہیں وہ ان سے سیکھتا ہے والدین اسے کہیں یہودی بنا دیتے ہیں کہیں نصرانی اور کہیں مجوسی، والدین ہی سے نیک اعمال کی ترغیب لیتا ہے اور انہی سے برے اعمال کی تربیت حاصل کرتا ہے اس کے ساتھ ماحول اور معاشرہ بھی اپنا اثر چھوڑتا ہے اور بسا اوقات اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔ یہودیوں اور نصرانیوں کے ہاں پیدا ہونے والوں کو بھی تخلیقاً یہ استعداد دے کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے بالغ ہونے پر تلاش حق کے لئے تجسس کی استعداد ان میں موجود ہوتی ہے لیکن بہت کم خوش نصیب اس استعداد کو بروئے کار لاتے ہیں اکثریت کی روح غفلتوں کی تہوں میں دب جاتی ہے۔ جوان ہوتے ہوئے، ہوش سنبھالتے ہوئے وہ اس شعور سے کام نہیں لیتے کہ وہ کون ہیں؟ ان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟ اس تجسس کو پس پشت ڈال کر نافرمانیوں کے راستے پر دوڑ پڑتے ہیں۔

اللہ کریم کی طرف سے اس قدر نعمتوں کے نچھاور کیے جانے کے بعد بھی جو مخلوق نافرمانی کرے گی وہ عذاب پائے گی لیکن ہر نافرمانی کی سزا مختلف ہوگی اور ہر ایک سزا کی حد ہوگی سوائے کفر کے، ابلیس ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اس کی سزا ختم نہیں ہوگی جو انسان ایمان سے خالی مر جائے گا وہ بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ایسے شخص کے بدن کو دوزخ کی سزا ملے گی اور اس کا اثر اس کی روح پر آئے گا اس لئے کہ بدن کے ساتھ روح کا جوڑ ایسا لگایا گیا ہے کہ یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

دنیا میں مادی تقاضے دیگر مادی اشیاء کو استعمال کر کے آسودہ زندگی گزارنے کے لئے اللہ کریم نے جہاں کائنات کی تمام چیزوں کو انسان کے لئے مسخر کر دیا وہاں روح کی حیات اس کی طاقت و قوت کے لئے انبیاء کرام علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث فرما کہ یہ اہتمام کر دیا کہ انسان اپنے اختیار کو صحیح استعمال کر سکے جس کے نتیجے میں اس کی دنیاوی زندگی باعزت گزرے اور آخرت میں کامیابی اس کا مقدر بنے جب اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ کسی کا نور ایمان کا تعلق بنتا ہے تو انوارات نبوت اس کی روح کو حیات بھی دیتے ہیں۔ بالیدگی بھی اور قوت بھی دیتے ہیں۔ جتنا جتنا اتباع نبوت نصیب ہوتا ہے اسی قدر روح میں قوت آتی ہے اس کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ پھر دنیا میں صرف بدن اور نفس کی خواہشات ہی محور و مقصد نہیں ہوتیں بلکہ ان خواہشات کی تکمیل پر روح غالب آجاتی ہے پھر نفس کی نفسانی پسند و ناپسند پر روح کی پاکیزہ پسند نافذ ہوتی ہے۔ انسان سچائی، بھلائی، خیر خواہی اور حلال کو پسند کرتا ہے۔ اللہ کی رضا کو پسند کرتا ہے، نفس و روح کی کشاکش میں روح کو مضبوط کرنا اللہ اور اللہ کے نبی کا اتباع کرنے میں کوشاں رہنا اور اس راستے میں مجاہدہ کرنا یہی انسان کو آزمائش ہے۔ اور انسان سے محاسبہ بھی اسی کا ہوگا۔ اس نکتے کو اس مثال سے سمجھا جا

سکتا ہے کہ اگر کوئی ڈاکو پکڑا جائے اور تفتیش کے بعد پتہ چلے کہ ڈاکہ کرنے والے دراصل پولیس والے خود تھے تو ان پر زیادہ لعن طعن ہوتی ہے حالانکہ پولیس والے بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں جو اخلاقی گراوٹ پورے معاشرے میں ہے اسی کا شکار پولیس والے بھی ہیں لیکن ان پر حیرانی اس لئے کی جاتی ہے کہ ان کو تربیت ہی اس کام کے لئے دی گئی تھی تو انہوں نے ایسا غلط کام کیا ان کو تو سزا بھی زیادہ ہونی چاہیے اسی طرح کا محاسبہ انسان کا بھی ہوگا کہ انسان کو تو عالم امر سے روح عطا کی گئی تھی۔ انبیائے کرام مبعوث کیے گئے تھے کہ ان پر ایمان لاکر اپنی روح کو حیات آشنا کرتا اس نے تو روح کو بھی بدن کے ساتھ مل کر گناہوں کی کثافت میں لت پت کر دیا۔ اس کی سزا بہت شدید ہوگی اور اگر کسی کا خاتمہ ہی کفر پر ہو گیا تو پھر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سزا بھگتنا پڑے گی اس لئے اس نے ایک پاکیزہ اور قیمتی شئے کو اللہ کی عطا کردہ نعمت کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ روح کو گناہوں میں لتھڑ دیا۔ اوراس سزا کا اثر روح کے ذریعے بدن کے ہر ذرے پر ہوگا، دنیا میں بدن براہ راست اثرات لیتا ہے اور روح بدن کے توسط سے اثرات لیتی ہے لیکن اثرات لیتی ضرور ہے اسی طرح برزخ میں روح براہ راست اثر لیتی ہے اور بدن اس کے تابع ہونے کے باعث اثرات قبول کرتا ہے۔ اور یہ اثرات ہر ذرہ بدن کو ہر حالت میں ملتے ہیں خواہ موت کے بعد کسی کا بدن جل جائے، راکھ بن کر بکھر جائے، اسے درندے کھا جائیں۔ وہ پانی میں غرق ہو جائے غرض مادے کی کسی صورت میں تبدیل ہو جائے بدن کے ہر ذرے کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے۔ اگر روح گرفتار عذاب ہو تو اس کا اثر ہر اس ذرے کو پہنچتا ہے جو اس کے وجود کا حصہ تھا۔ جدید سائنس کے اعداد و شمار کے مطابق ایک انسانی وجود میں ڈھائی کھرب سیل ہوتے ہیں۔ اور وہ مسلسل تغیر پذیر ہیں پرانے سیل وجود سے گر جاتے ہیں اور نئے بن جاتے ہیں یہاں تک کہ چھ ماہ بعد جسم میں چھ ماہ پرانا سیل باقی نہیں رہتا۔ اسی لیے کسی واقعے کی تحقیق کے لئے انسانی بدن کی مخصوص بو سونگھنے والے تربیت یافتہ کتے استعمال کیے جاتے ہیں ان کو پہلے اس انسان کے استعمال شدہ کپڑے وغیرہ ان کو سونگھنے کے لئے دیئے جاتے ہیں وہ ایک مرتبہ سونگھ لیں تو پھر وہ سونگھتے سونگھتے اس انسان کے وجود کی نشاندہی کر دیتے ہیں یہ کتے کس چیز کی بو سونگھ لیتے ہیں یہ انسان کے ان باڈی سیل کی بو سونگھ لیتے ہیں جو انسان کے وجود سے گرتے رہتے ہیں انسان جہاں سے گزرتا ہے وہاں یہ جھڑتے رہتے ہیں۔

اس کا مطلب ہے کہ انسان کا وجود صرف مر کر ہی نہیں بکھرتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ حیرت ہوتی ہے کہ بندہ تو غرق ہو گیا جانور کھا گئے اس کی قبر ہی کوئی نہیں اسے عذاب وثواب کیسے ہوگا؟ انہیں جان لینا چاہیے کہ بندہ مر کر اتنا نہیں بکھرتا جتنا وہ ساری زندگی بکھرتا رہتا ہے کہ چھ مہینے میں ڈھائی کھرب سیل مر کر وجود انسانی سے جھڑ چکے ہوتے ہیں اور ڈھائی کھرب نئے پیدا ہو کر اس کے وجود کا حصہ بن چکے ہوتے ہیں گویا سال میں دو مرتبہ پورا وجود بکھر چکا ہوتا ہے۔ اس دوران بندہ کہاں کہاں سفر کرتا ہے کہاں کہاں مقیم رہتا ہے اس تمام عرصے میں گرے ہوئے تمام ذرات بدن کا روح سے تعلق قائم رہتا ہے۔ مرنے کے بعد ثواب وعذاب کا اثر وجود کے ان تمام ذرات پر ہوتا ہے۔ اگر بندہ نجات میں ہے تو ہر سیل کو وہ تمام نعمتیں ملیں گی جو روح کو ملی ہوں گی، جہاں اس کے وجود کے ذرات ہوں گے ان نعمتوں کی خوشگواری وہاں تک پہنچے گی وہ تمام راحتیں جو روح کو نصیب ہوئیں ان میں سے حصہ وجود کے ذرات کو بھی پہنچتا رہے گا۔ پھر جب حشر قائم ہوگا تو نہ روح وجود کے تابع ہوگی نہ بدن روح کے تابع ہوگا۔ اب روح اور بدن دونوں برابر مکلف ہو جائیں گے ایک جیسا محسوس کریں گے۔ وہاں ماورآ لجسم وبدن اشیاء کو بدن بھی دیکھے گا اور مادی اشیاء کو روح بھی دیکھے گی دونوں اللہ کے حضور جوابدہ ہوں گے جنت وجہنم

کے ثواب وعذاب میں دونوں برابر کے حصہ دار ہوں گے کہ دونوں ہی انسان کے وجود کے دو حصے ہیں، اور محاسبہ بھی اسی بات کا ہوگا کہ انسان اتنی بڑی امانت لے کر دنیا میں مکلّف بنایا گیا تھا پھر اس نے نعمت کی پرواہ نہ کی اور صرف بدن کی ضروریات پر ہی زندگی نچھاور کردی بدن کی ضروریات اس طرح پوری نہ کیں جس طرح اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا تھا روح کی اس استعداد کار کو بروئے کار ہی نہ لایا بلکہ ضائع کر کے انسانی زندگی کو حیوانی طرز پر گزار گیا۔ اس روش کے بارے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اولیک کالا نعام بل ھم اضل (الاعراف آیت ۵۴) ایسے لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں، جانوروں میں تو عالم امر کی روح نہیں ہے ان میں تو استعداد معرفت الٰہی نہیں ہے لیکن انسان میں تو اللہ کی پہچان کی استعداد تھی اس نے اسے ضائع کر کے خود کو حیوانی زندگی کی سطح پر مطمئن کر لیا تو یہ جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے۔ لہذا ہماری سب کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ ہم روح کی حیات اس کی صحت کی فکر کریں، بدن کی زندگی بڑی مختصر ہے اگرچہ لگتی بہت لمبی ہے۔ آج کسی سے کہا جائے کہ بیس سال بعد یہ کام ہوگا تو وہ بے فکر ہو جاتا ہے کہ ابھی بڑا وقت پڑا ہے لیکن کسی ستر سال کے شخص سے پوچھا جائے کہ اتنا وقت گزرنے کا کیسے پتہ چلا تو وہ کہتا ہے کہ پتہ ہی نہیں چلا لگتا ہے ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ہم لڑکپن سے گزر رہے تھے، بدن کی حیات کا عرصہ کتنا مختصر ہے کہ جب قیامت کو پوچھا جائے گا کہ

قل کم لبثتم فی الارض عدرسنین O قالو البثنا یوماً اوبعض یومٍ فسئل العآدین O

(المومنون آیت 112 تا 113)

دنیا میں کتنا عرصہ رہے تو کہیں کے شاید ایک دن یا دن کا ایک پہر رہے ہوں گے دنیا میں تو بس گئے اور پھر چلے آئے یا اللہ ہمیں تو گنتی نہیں آتی جو شماریات جانتے ہیں ان سے پوچھ لیجیے۔ یہ ہے حقیقت دنیا کے عرصے کی۔ ہم نے اس عرصے کی ساری تبدیلیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بزرگوں کو دفن کیا۔ اپنے بھائیوں کو اپنی بہنوں کو اپنے دوستوں کو دفن کیا ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے اس دنیا سے ہم نے جانا ہے اس جہان کی لذتیں عارضی ہیں بڑی خوشنما ہیں اور ہماری ضرورت کی بھی ہیں لیکن ہیں یہ عارضی تو کیا کیا جائے؟ یہ کیا جائے کہ اس عارضی دنیا کی عارضی نعمتوں کو اللہ کی عطا سمجھ کر استعمال کیا جائے اللہ کے حکم کے مطابق کیا جائے اچھی گاڑیاں اچھے مکان اچھی چیزیں استعمال کی جائیں لیکن حلال ذرائع سے حاصل کی جائیں حرام ذرائع سے نہیں، حلال ذریعے اختیار کر کے محنت سے حاصل کر کے اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرنے سے روح کی حیات اور اسکی صحت قائم ہے اور حرام کام کرنے اور حرام ذرائع اختیار کرنے والے کی روحانی زندگی تباہ ہوتی ہے قبر برباد ہوتی ہے اور حشر میں اسے اس کی سزا ملے گی۔

اس لیے ضروری ہے کہ اپنی روحانی استعداد بڑھائی جائے۔ اس کا ذریعہ ہے کہ ذکر الٰہی یاد رہے اللہ کا ذکر ہم اس لیے نہیں کرتے کہ ہم کبھی بیمار ہی نہ ہوں اس لیے نہیں کہ ہمارا کاروبار چمک جائے اس لئے بھی نہیں کہ بیٹا ملازم ہو جائے بلکہ ذکر الٰہی صرف اس لیے کرتے ہیں کہ روح منور ہو کر قوائے بدنی پر غالب آجائے اور بندہ اتباع رسول اللہ ﷺ پر کاربند ہونے میں لگ جائے اس کے ہر عمل پر اللہ کی اطاعت اور اللہ کے نبی علیہ اصلوۃ والسلام کی فرماں برادری کی چھاپ لگ جائے جس سے اس کی دنیا بھی باعزت ہو اور اس کے نتیجے میں آخرت بھی سنور جائے۔

یاد رکھیں آخرت ایک حقیقت ہے اور دنیا اس کا ایک پرتو اور عکس ہے سایہ ہے جو درخت گھنا ہوتا ہے جس کے پتے سرسبز ہوتے ہیں اس کا سایہ بھی گھنا ہوتا ہے اور جس کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور سوکھ جاتے

ہیں اس کا سایہ بھی نہیں رہتا۔ جس کی آخرت سنورتی ہے اس کے دنیوی حالات بھی سدھرنا شروع ہو جاتے ہیں اور اس کے اعمال سنت نبی کے مطابق ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جس کی آخرت برباد ہوتی ہے اسے دنیا میں حکومت بھی مل جائے اس کے دل کے اندر آگ لگی رہتی ہے وہ سلگتا رہتا ہے اور تڑپتا رہتا ہے اسے محلوں کے اندر نرم بستر پر نیند نہیں آتی اسے یہ دنیاوی راحتیں کیوں آرام نہیں پہنچا سکتیں؟ اس لیے کہ آخرت ایک حقیقت ہے جس کا اثر دنیاوی زندگی پر آتا ہے۔ لہذا یہ محافل ذکر، اجتماع، تبلیغ یہ سب اس بات کے لئے کوشش ہے کہ ہماری روح میں طاقت آجائے، روح میں زندگی آئے۔ صحت آئے کہ زندگی کے سارے فیصلے روحانی ترجیحات کو مدنظر رکھ کر کریں ہر بندہ ہر لمحے کوئی نہ کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ یہی فیصلے قیامت کو نافذ ہوں گے اور ہمارے اعمال ناموں کی صورت میں ہمیں تھما دیے جائیں گے اور حکم ہوگا۔

اقرا کتبک کفی بنفسک الیوم علیک حسیباO

(بنی اسرائیل ۱۴)

اپنا اعمال نامہ پڑھ لو، دنیا میں جو فیصلے کرتے رہے ہو یہ سب یہاں لکھے ہوئے ہیں آج تم اپنے لیے خود ہی بہترین جج ہو۔ اگر تو یہ فیصلے اللہ کی رضا کے لیے اور اللہ کے حبیب ﷺ کے اتباع میں کرتے رہے ہو تو انعام کے مستحق ہو اور اگر یہ فیصلے اللہ کی رضا کے خلاف اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی میں ہوئے تو آج سزا کے مستحق ہو۔

ہمیں چاہیے کہ کبھی شام کو یا رات سونے سے پہلے تھوڑا سا دیکھ لیں کہ دن بھر جو سوچا، پڑھا، سنا، بولا یا عمل کیا اس میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟ ۔ سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے محاسبہ خود کر لیا کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے رمضان میں تراویح کے لیے قیام کرنے والوں کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

من صام رمضان ایما ناً و احتساباً غفر له ماتقدم من ذنبه او کما قال رسول اللہ ﷺ (رواہ مسلم و بخاری)

اس حدیث مبارکہ میں ایمان کے ساتھ احتساب کی شرط عائد فرمائی گئی ہے۔ محاسبہ یا احتساب اپنی باتوں کا کہ بندے نے دن بھر کے تمام اعمال میں کمانے خرچ کرنے، ملنے ملانے، بات کرنے بات سننے میں سوچنے سے عمل کرنے تک کتنے کام اللہ کی فرمانبرداری میں کیے اور کتنے کام اللہ کی اطاعت سے باہر رہے۔ زبان کا محاسبہ تو اتنا سخت کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے ایک ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ بندہ نیکی کرتا ہے اور بعض اوقات زبان کے غلط استعمال کے باعث اس کی زبان سے کوئی ایسا جملہ نکل جاتا ہے جو ساری نیکیاں ضائع کر کے ایمان سلب کروا دیتا ہے اور بعض اوقات بندہ خطا کار ہوتا ہے لیکن کوئی جملہ اس کی زبان سے ایسا نکل جاتا ہے جو اس کی ساری خطائیں معاف کروانے کا سبب بن جاتا ہے لہذا عمل سے لیکر افکار تک اور زبان سے لیکر کردار تک اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اور روز کرنا چاہیے کہ آج کا دن میری زندگی سے نکل گیا میرے ہاتھ سے پھسل گیا اس میں میں نے کیا کھویا؟ کیا پایا؟ بندہ خود کو تلاش تو کرے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور اس حال میں موت آگئی تو اس کا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ اس ساری محنت کا حاصل بس یہی ہے۔ ذکر اذکار ساری محنت نہ کسی کے قطب و غوث بننے کے لئے ہے نہ اس لیے ہے کہ کوئی بڑا بن جائے، حضرت جی بن جائے یا ولی اللہ بن جائے، کسی کے پاس بڑا بننے کی، ولی اللہ بننے کی کوئی رسید نہیں ہے صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کا دوست کون ہے۔ یہ رسید دنیا میں صرف انبیاء کرام کے پاس ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور معصوم عن الخطا ہیں اور رسید انہیں اللہ کریم نے خود عطا کی ہوئی ہے۔ امتیوں میں یہ رسید اللہ نے قرآن حکیم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کو دی ہے رضی الله عنهم و رضو عنه (التوبہ آیت 100)

بلاشبہ وہ معصوم عن الخطا نہیں تھے لیکن قرآن حکیم میں ان کے لیے اللہ

نے اپنی رضامندی کی سند عطا کردی اور وہ دنیا سے جانے سے پہلے اللہ کی رضا لے کر دنیا سے رخصت ہوئے اس کی گواہی قرآن حکیم کی تلاوت کی صورت میں تا قیامت دی جاتی رہے گی۔

روح کی غذا اور روح کی دوا ہے ذکر الٰہی ذکر قلبی اور ذکر دوام کا حاصل ہے عشق الٰہی، عشق رسول ﷺ خلوص اور خلوص کے ساتھ اتباع شریعت اور بس۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ چودہ سو سال میں صوفیاء نے یہ طریقہ کبھی اختیار نہیں کیا کہ جو آئے اسے ذکر قلبی سکھا دیں صحابہؓ کی خدمت میں جو پہنچا وہ تابعی بن گیا۔ جو تابعی کے پاس پہنچا تبع تابعی بن گیا خیر القرون کے بعد گنتی کے لوگ ملتے ہیں جنہیں ذکر قلبی سکھایا گیا باقی سب آنے والوں کو ظاہری شریعت کا علم سکھایا تسبیحات سکھائیں اور تلاوت قرآن کی ترغیب دلائی اور اسی طرح وقت گزرتا رہا بڑے عظیم اولیاء اللہ کے ہاں بھی دو، چار کو ہی ذکر قلبی تک رسائی ہوئی باقی سب کو تعلیمات دین پر ہی رکھا گیا۔ اس کے بعد یہ سعادت حضرت اللہ یار خانؒ کے حصے میں آئی کہ ہر آنے والے کو ذکر قلبی سکھا دیا گیا۔

اللہ کی توفیق سے جب میں سلسلہ عالیہ میں آیا تو ہم صرف تین، چار افراد ہی تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر کسی کو سلسلے میں داخل نہ فرمایا کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ یہ ہر بندے کا کام نہیں اور نہ ہر بندے میں اس کی استعداد ہوتی ہے۔ پھر ستر کی دہائی کے آخر میں بارگاہ رسالت پناہی کے ارشاد کے مطابق ہر آنے والے سے بیعت ظاہری لی جانے لگی اور ہر آنے والے کو ذکر سکھایا جانے لگا اور یہ سب اللہ کی مرضی سے ہوا۔

اس عہد میں بے حیائی اور برائی بڑھ کر اس سطح پر پہنچ گئی ہے کہ اب انسان کے پاس سوائے ذکر الٰہی کے کوئی جائے پناہ ہی نہیں بچی۔ بے حیائی کا طوفان جو آج برپا ہے اس سے پہلے کبھی سوچا بھی نہ جا سکتا تھا۔ کافروں کو تو چھوڑیئے جو لوگ اپنے مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں کبھی کبھار صلوٰۃ کی ادائیگی بھی کر لیتے ہیں ان کی بہو، بیٹیاں ٹی وی کے پروگراموں میں ناچ گانا کرتی ہیں۔ اشتہاروں میں نیم برہنہ آتی ہیں اور پھر اس فحاشی کو تہذیب کہا جاتا ہے۔ برائی کو خوبصورت ناموں میں لیا جاتا ہے اور اپنی مسلمانی کے دعوے کو بھی قائم رکھا جاتا ہے۔ اس نے اپنے کرم سے اس نعمت کو عام کر دیا ہے تو ہمیں اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ اسے اللہ سے تعلق بنانے کے لئے کیا جائے اسے دنیاوی مسائل کے حل کے ساتھ نہ جوڑا جائے یہ اور بات ہے کہ اللہ سے تعلق بننا شروع ہو جائے تو مسائل سے نبرد آزما ہونے کا سلیقہ اور حوصلہ بھی آجاتا ہے لیکن ذکر اللہ صرف اللہ کریم کی رضا کی نیت سے ہی کرنا چاہیے۔

ہم دنیا میں رہتے ہیں دنیوی تکلیفیں بھی ہمارے ساتھ ہیں ہم پر بیماری وصحت اور تنگی فراخی بھی آجاتی ہے ہر انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں۔ **وتلک الایام نداولھا بین الناس** (ال عمران آیت 140) دنیا میں دکھ سکھ، دھوپ چھاؤں کی طرح بدلتے رہتے ہیں اور ہم اس بات کے مکلّف ہیں کہ اسباب اختیار کریں۔ صحت کی حفاظت کے لئے مضر صحت چیزیں نہ کھائیں روحانی صحت کے لئے ضروری ہے کہ حرام سے بچیں، حلال کھائیں اور عبادات خالص اللہ کے لئے کریں۔

اگر ان اجتماعات اور ذکر کی محافل کو بھی ہم نے دنیوی ضرورتوں سے آلودہ کر دیا تو پھر بچے گا کیا؟ یہ نقش، دم، تعویذ لکھنا مجھے پسند نہیں لیکن نقش و تعویذ اس لئے دے دیتا ہوں کہ اگر میرے پاس سے نہیں ملے گا تو کسی بدعقیدہ کے پاس چلے جائیں گے جہاں دولت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور ایمان سے بھی۔ میں بہت کم دم کرتا ہوں لیکن اگر کرتا ہوں تو وہی واضح کلمات الٰہی ہیں جو اللہ کریم نے عطا کئے ہیں۔ اور یہ عطیہ ربانی جب میں نے حضرتؒ کے سامنے پیش کیا

تو حضرتؒ نے فرمایا یہ اللہ کریم کا نام ہے تمہیں عطا ہوا ہے اسے اپنا لو۔اسی سے تعویذ لکھتا ہوں اور اس میں بھی میں کلام الٰہی پڑھتا ہوں لکھتا نہیں، الفاظ دل میں دہراتا ہوں اور کاغذ پر لکیر ڈال دیتا ہوں۔ یہ اللہ کی مرضی کہ وہ شفا دے دیتا ہے۔اچھا علاج ہے سستا علاج ہے بلکہ مفت علاج ہے۔لیکن اجتماع کو اس علاج کی نذر نہ کیا جائے، تیس دن بعد اجتماع ہوتا ہے۔ مہینے کے تیس دن روزانہ میں چوکیدار کی طرح اسی خدمت پر کمر بستہ بیٹھا ہوتا ہوں۔اب گندم کی کٹائی ہورہی ہے مونگ پھلی کی بیجائی ہونا ہے۔ مائینز کا کام ہے مزدوروں کو دیکھنا بھالنا ہے میں ان کاموں کو کیسے توجہ دوں اٹھنے لگتا ہوں تو کوئی آجاتا ہے یوں ہی سارا دن نکل جاتا ہے۔ دوسرے دن پھر وہی حال ہوتا ہے۔ بہت مرتبہ کہا ہے کہ ہفتے میں ایک دن نقش کے لئے رکھ لیا جائے اور باقی دنوں میں مجھے بھی دوسرے کاموں کے لیے فارغ رہنے دیا جائے لیکن ہر ایک کو اپنی تکلیف تو یاد ہوتی ہے دوسرے کا احساس نہیں ہوتا، جب کسی کو مسئلہ ہو تو اٹھ کر دوڑ پڑتا ہے نقش لینے کے لیے چلو ٹھیک ہے میں نے تیس دن ہی آنے جانے والوں کے لیے وقف کردیے ہیں لہذا بے شک روزانہ آئیں لیکن اجتماع کو تعویذوں کی نذر نہ کریں نہ ہی بیماریوں کے علاج کے لیے بیمار کو ہمراہ لائیں۔ بیمار کو تکلیف نہ دیں کوئی شخص آکر بیماری یا تکلیف بتا کر نقش لے جائے۔ میں حکیم یا ڈاکٹر نہیں ہوں کہ مریض کو دیکھنا ضروری ہے۔

آج سے یہ اصول لاگو کردیا گیا ہے کہ جو اجتماع کے ہفتے کو تعویذ لے گا اسے اجتماع تک دارالعرفان میں رکنے کی اجازت نہیں ہوگی وہ تعویذ لینے آیا تھا تعویذ لے اور چلا جائے اور جو اجتماع کے اتوار کو تعویذ مانگے گا اس کو تعویذ نہیں ملیں گے۔ اجتماع کے لیے اپنی نیت کو خالص کریں۔دنیوی بیماریاں تو آتی جاتی رہتی ہیں ایک کیلئے تعویذ لیتے ہو وہ اگر دس اور بیماریاں بھیج دے تو پھر کیا کریں گے؟

اس ایک محفل کو خالص اللہ کے لیے مخصوص کریں اجتماع میں آنے کی نیت کو خالص کریں صرف اللہ کے لیے صرف روحانی بالیدگی کے حصول کے لیے صرف برکات نبوی علیہ الصلوۃ والسلام لوٹنے کے لیے اس میں اور کوئی آمیزش نہ کریں اللہ کو خالص کھری نیت اور خلوص پسند ہے مجھے اتوار یا ہفتہ کو نقش دینے میں کوئی تامل نہیں ہے میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اجتماع کا ہفتہ اتوار ایک دن ایک رات صرف اللہ کے لے مختص کی جائے۔اسی میں فائدہ ہے۔

یاد رکھیں! ہم میں سے ہر ایک کے پاس عالم امر کی روح امانت ہے۔ ہم دنیا میں اس کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں اس کا جواب آخرت میں ہمیں مل جائے گا۔اچھا سلوک کریں گے تو وہ کریم ہے ہمارے عمل سے کروڑوں گنا زیادہ اجر دے گا۔ گناہ کریں گے تو عذاب کے مستحق ہوں گے۔

اللہ کریم سب کو معاف فرمائے جو ہو چکا ہے اس کی مغفرت فرمائے۔ توبہ کی توفیق دے اور آئندہ نیکی کی توفیق دے۔ہمیں روحانی حیات عطا کرے۔اپنا قرب دے اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا کرے۔ ------☆☆☆☆☆☆------

------☆☆☆☆☆----☆☆☆☆----------

گھر بیٹھے حضرت شیخ المکرم مدظلہ کے خطاب سنئے

CD;s اور DVD بذریعہ ڈاک منگوائی جاسکتی ہے۔

CD	۲۵ روپے
DVD	۳۰ روپے
آڈیو	۳۰ روپے
ڈاک خرچ	۵۰ روپے

منگوانے کا پتہ۔مرکزی لائبریری دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

فون 0543-562200

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جوان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر
Cholestro Care
Rs.300
کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go
Rs.100
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil
Rs.500
بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough E z
Rs.30
کھانسی کا شربت

ملنے کا پتہ:- دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200
17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-5182727

توحید، مقصد اور اسکی نگرانی

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 24-07-08

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیُمo

اللہ کریم نے یہ جو نظام کائنات بنایا ہے اس کے اپنے قاعدے، ضابطے، طریقے اور سلیقے ہیں، کسی بھی کام کو اس کے صحیح طریقے کے مطابق کیا جائے تو آسانی سے ہو جاتا ہے اور اللہ چاہے تو مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ رویہ ہو کہ کام کوئی اور کرنا تھا، تجسس کسی اور کے بارے ہو رہا ہے، چل کسی ایک سمت رہے ہوں اور سوچ کہیں اور مشغول ہو تو اس طرح توجہ کے بٹ جانے سے نہ کام درست ہوتا ہے نہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اسی کے بارے شاعر نے کہا تھا۔

ہر چہ دانا کند، کند ناداں　　　لیک بعد از خرابی، بسیار

جو کچھ دانا و عقلمند کرتا ہے وہی کام ایک بیوقوف کو بھی کرنے پڑتے ہیں لیکن بیوقوف اور دانا میں یہی فرق ہوتا ہے کہ دانا شخص اپنی پوری توجہ اپنے کام پر رکھتا ہے اور اسے کر کے فارغ ہو جاتا ہے۔ بیوقوف بھی کام کرتا ہے لیکن کام کوئی اور کرتا ہے اور سوچتا کچھ اور ہے۔ دیکھتا کہیں اور ہے اور کرتا کچھ اور ہے بہت ساری خرابیوں کے بعد اس کا کام مکمل ہوتا ہے۔

دین اسلام دنیا کے کاموں کو صحیح طریقے سے کرنے کا نام ہے اور کاموں کو درست انجام دینے کے لئے عقیدہ بنیاد ہے کہ پہلے یہ مانا جائے کہ اللہ کریم واحد و لاشریک ہے۔ ہر ذرے کا خالق ہے، ہر ذرے میں اس نے جو تاثیر رکھی ہے اس کا ایک نتیجہ بھی مقرر کیا ہے لہذا یہ اسی کا حق ہے کہ اس کے استعمال کا طریقہ بھی وہی متعین کرے یعنی جس نے کسی چیز کو پیدا کیا، اس میں مختلف اثرات و نتائج رکھے تو اسی ہستی کا حق ہے کہ اس کے استعمال کا طریقہ بھی ارشاد کرے اسی لئے دین اسلام کو قرآن حکیم میں کہیں صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں ہدایت اور ھدیٰ کہا گیا ہے۔ صراط مستقیم بھی سیدھے اور درست راستے کو کہتے ہیں اور ہدایت و ھدیٰ بھی کام کرنے کا صحیح طریقہ ہے اور اس طریقے پر اللہ کریم نے آخرت کے انعامات کا مدار رکھا ہے۔ آخرت اللہ کریم کی طرف سے محض انعام ہے۔ دنیا میں رہ کر ہر شخص اللہ کی نعمتیں پہلے ہی لے چکا ہوتا ہے اور اللہ کی ایک ایک نعمت اتنی قیمتی ہے کہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بندہ مزید نعمتوں کے حصول کے لئے اپنا حق جتائے۔

دنیا میں رہ کر آخرت کیلئے جینا ہی کامیابی ہے اور مقصد جتنا حساس و نازک ہو احتیاطیں بھی اتنی ہی نازک و لطیف تر ہوتی ہیں۔ ہر شخص کو اپنے مقصد پر نگاہ رکھنی چاہیے۔ اور اس پر پوری طرح متوجہ رہنا چاہیے۔ دنیا میں رہتے ہوئے آدمی دنیا سے فارغ نہیں ہو سکتا اسکی اولاد ہے گھر بار ہے، ذمہ داریاں ہیں، روزگار ہے، دوستی دشمنی ہے اور ہر انسان انہی حالات سے گزر کر ہی زندگی گزارتا ہے۔ سب ہی انسان ایک طرح جیتے ہیں سارے انسانوں کی ضرورتیں ایک جیسی ہیں سب ہی کماتے ہیں، خرچ کرتے ہیں، اولاد پالتے ہیں۔ تو پھر فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ جو عظمت الٰہی کو مانتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ عالم نہ اس کا ہے نہ اس کا بنایا ہوا ہے۔ یہ تو اللہ واحد و لاشریک کی ملکیت ہے بندے کے پاس تو زندگی ہے یا اولاد طاقت ہے یا علم دولت ہے یا اقتدار یا اور کوئی بھی وصف سب کچھ اللہ کی عطا ہے اور اس

کی امانت ہے لہذا وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہی امور کو انجام دیتا ہے وہ اپنی بھر پور کوشش کرتا ہے کہ اپنے دنیوی امور کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کے تابع رکھے۔ اطاعت الٰہی کی اس کوشش پر آخرت اسے بطور انعام ملنی ہے۔

مومن چونکہ اطاعت الٰہی پر کمر بستہ رہتا ہے لہذا وہ اپنے مقصد میں تب ہی کامیاب ہوسکتا ہے جب وہ ہر کام مکمل توجہ اور یکسوئی سے کر کے دوسرے کام کے لئے خود کو فارغ کرے اور اصول فطرت بھی یہی ہے کہ ایک وقت میں پوری توجہ سے ایک کام کیا جائے مثلاً اگر کوئی میدان جنگ میں ہے تو اس کی پوری توجہ میدان جنگ پر مرتکز رہنی چاہیے کہ دشمن کہاں ہے؟ وہ خود کہاں ہے؟ دشمن کہاں سے حملہ کرے گا؟ اسے کیسے دفاع کرنا ہے اور وہ اس حملے میں کامیابی کیسے حاصل کرسکتا ہے؟ لیکن اگر وہ میدان جنگ میں بیٹھ کر یہ سوچتا رہے کہ اسکی کھیتی باڑی کا کیا ہوگا؟ اس کے بچے کیا کر رہے ہوں گے؟ تو پھر وہ مقابلہ نہیں کر سکے گا اور مارا جائے گا۔ مقصد کو متعین کرنا اور مقصد پر پوری طرح متوجہ ہو کر محنت کرنے کو صوفیاء کی اصطلاح میں " توحید مقصد " کہتے ہیں لہذا پہلے اپنا مقصد متعین کیجئے اچھی طرح تسلی کر لیں کہ جو کچھ کرنے چلے ہیں اللہ کی رضا کے لئے ہے اور اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کیمطابق ہے پھر اس کام کو کریں۔

مقصد پر نظر رکھیں اور اپنے مقصد کو اپنی منزل کو پانے کے لئے ساری کوشش اور پوری محنت لگا دیں۔ جب آپ دارالعرفان آتے ہیں تو کسی کے پاس دو دن ہوتے ہیں کسی کے پاس ہفتہ اور کسی کے پاس ایک رات کا قیام ہوتا ہے تو جو شخص جتنا وقت بھی لاتا ہے اس میں کم از کم ذہنی طور پر اور قلبی طور پر یکسوئی اختیار کریں اپنی سوچوں اور اپنے عمل کو ایک مرکز پر مرتکز کریں تا کہ کچھ حاصل ہو اگر اپنی سوچوں کو منتشر رکھیں گے تو توجہ تقسیم ہو جائے گی ذہن بٹ جائے گا تو قلبی یکسوئی نہ رہے گی یہی اصول ہر کوئی دنیا کے کاموں میں بھی اپناتا ہے لیکن کسی کو دنیاوی کاموں میں یہ بات سمجھانا نہیں پڑتی۔ دکاندار از خود دکان پر بیٹھتا ہے تو اپنی توجہ گاہکوں کی طرف مبذول رکھتا ہے' پیسہ کمانے کی فکر میں رہتا ہے اشیاء کے نرخوں پر اس کی نظر رہتی ہے ہر طرح کی تبدیلی سے واقف رہتا ہے کاروباری تعلقات بڑھانے اور کاروباری معاملات سے آگاہی کے لئے مسلسل دوسروں سے رابطے میں رہتا ہے اس طرح ہر بندہ دنیا کے کاموں میں بغیر کسی کے بتائے توحید مقصد حاصل کر لیتا ہے۔ دین میں البتہ چند منٹ چند رکعات صلوۃ ادا کرنے میں خرچ ہوتے ہیں اور ان میں بھی ہزار بکھیڑے اپنی طرف متوجہ رکھتے ہیں اعضا رکوع وسجود کرتے ہیں ذہن کہیں اور بھٹک رہا ہوتا ہے اور قلب غافل رہتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دکانداری کھیتی باڑی، ملازمت یا کاروبار ہر شخص پورے انہماک سے کرتا ہے تا کہ اسے کچھ حاصل ہو اور اس لئے کہ اس کام سے فارغ ہو کر دیگر کاموں کی طرف متوجہ ہو سکے۔

جب دین کی باری آتی ہے تو ہم سے ہر چیز خلط ملط ہو جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے انسان کے ساتھ نفس انسانی بھی ہے شیطان بھی کوشش کرتا ہے اور ہم نے اپنے آپ کو ڈھیل دے رکھی ہے کہ نفس انسانی بھی کھلا رہے اور شیطان کے فریب کا بھی شکار رہیں ورنہ اللہ کریم نے اتنا طاقتور اور مضبوط نظام دے رکھا ہے کہ اگر انسان اللہ کے نظام کو اپنا لے تو نفس انسانی اصلاح پذیر ہوتا ہے اور شیطان کے سارے ہتھکنڈے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔

وہ نظام یہ ہے کہ جس طرح دنیا کا سارا نظام سورج کی روشنی اور تپش پر قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا مومنین کے قلوب آپ ﷺ کے قلب اطہر سے قیامت تک روشنی پاتے رہیں گے۔

دین کا جو شعبہ برکات نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے تعلق رکھتا ہے اسے تصوف، احسان، سلوک اور تزکیہ کہتے ہیں تزکیہ وتصوف دین کی روح اور اس کی اساس ہے یہ عقیدے، فکر، خیال اور کردار کی پاکیزگی سے

متعلق ہے اس کی بنیاد برکات نبوت علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اس لئے یہ انتہائی پاکیزگی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سارا قلبی اور کیفی معاملہ ہے۔

بہرحال زمانے کی اپنی روش ہے دنیا ازل سے اللہ کریم کے بنانے کے بعد سے چل رہی ہے اور اس سفر میں اس میں لاکھوں اتار چڑھاؤ آئے ہیں، برائی و بے حیائی کفر و شرک پھیلا پھر قوموں کی قومیں غرق ہوگئیں پھر اچھے لوگ آگئے اور یہ زیر و بم آتے رہے نیکی اور بدی کا مقابلہ جب تک دنیا قائم ہے ہوتا رہے گا شیطان کو بھی قیام قیامت تک مہلت دی گئی ہے اور نبوت بھی دنیا پر ہمیشہ رہی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد تو پوری انسانیت کے لئے صرف آپ ﷺ کی نبوت ہی جاری کردی گئی ہے لہذا ہمیں حالات کا اور ماحول کا شکوہ کرنے کے بجائے اپنے آپ کو دیکھنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ اپنے آپکو تلاش کرنا چاہیے اس بات پر نظر رکھنی چاہیے کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر میرے کام، میری محنت، میری کوشش اور میرے کردار سے کہیں اسلام کی مخالفت تو نہیں ہو رہی یا حضور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی تو نہیں ہو رہی؟ اور کیا میرے اعمال وافعال اللہ کی اطاعت میں ہو رہے ہیں اور محنت کے اس عمل سے بھی اپنی اصلاح مقصود ہو دوسروں کی عیب جوئی نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص عبادات یا نیکی میں محنت کرتا ہے اسے اپنے اذکار یا اپنی نیکی پر گھمنڈ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ انسان جس قدر نیک اعمال بھی کرلے وہ جو نعمتیں حاصل کر چکا ہے ان کا شکر ادا نہیں کرسکتا جیسا کہ قرآن حکیم میں اشاد باری تعالیٰ ہے۔

یآیہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ آیت ۲۱)

اس ایک آیت مبارکہ میں دنیا و آخرت کی زندگی کا تجزیہ فرما کر راہ متعین کردی کہ لوگو! اس ہستی کی عبادت کرو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی جس نے تمہیں پیدا کیا، تمام انسانی اور اوصاف وخصوصیات دیں تمہیں اپنی مخلوق میں ممتاز کیا تو تمام انسانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کی اطاعت کریں۔

آیت کا اگلا حصہ بتا رہا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا۔

لعلکم تتقون اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں اللہ سے ایک تعلق استوار ہو جائے گا اللہ سے ایسا رشتہ بن جائے گا کہ اس رشتے میں بال آجانے سے ڈر آئے گا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے ایسا تعلق نصیب ہو جائے گا کہ بندہ ہر کام بڑے محتاط طریقے سے کرے گا ایسی باتوں کے کرنے سے بھی پرہیز کرے گا جن سے رشتے میں دراڑ آجانے کا خدشہ ہو۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے پہلوں کو پیدا کیا لہذا تم اللہ کی عبادت اس لئے کرو کہ عبادت کے صلے میں تمہیں جنت مل جائے ایسا نہیں کہا گیا بلکہ فرمایا کہ عبادت کرنے سے تمہارا رب کریم سے ایسا تعلق بن جائے گا جو اللہ کی فرمانبرداری کا جذبہ عطا کرے گا اور بندہ اللہ کی نافرمانی کے کاموں سے اس لیے رک جائے گا کہ ایسے کام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو ناپسند ہیں اس تعلق کو قرآن حکیم نے تقویٰ کہا ہے اور عبادت کا حاصل بھی یہی بتایا ہے کہ بندے کو تقویٰ نصیب ہو جائے گویا تقویٰ یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے ایسی نسبت نصیب ہو جائے کہ بندے کے اعمال وافعال کی اصلاح ہو جائے۔ اصلاح احوال کی بنیاد اطاعت پر ہے۔ جب تک عقیدہ خالص اور کھرا نہیں ہوگا تب تک کردار کی اصلاح ممکن نہیں اور عقیدے کی اساس دل کی گہرائیوں میں ہوتی ہے دل جب عظمت الٰہی کو مان لے دل کی گہرائیوں میں جب یہ یقین آجائے کہ میرا رب میرے ساتھ ہے؛ میرے ہر حال سے باخبر ہے تو عظمت رسالت خود دل میں آجاتی ہے بندے کا اپنے نبی ﷺ سے وہ گہرا تعلق بنتا ہے کہ وہ اپنی ہر کوشش میں اور ہر عمل میں یہ دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی کام حضور ﷺ کی پسند

کے خلاف نہ ہو جائے۔ ذکر اذکار کی ساری محنت صرف اس ایک بات کو دل میں راسخ کرنے کے لئے ہے۔ ذکر اذکار میں نہ مراقبات منزل ہیں نہ کشف' منزل رضائے باری تعالیٰ ہے، قلب وباطن میں خلوص پیدا کرنا ہے نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر یہ یقین حاصل کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک ایک عمل اور طریقہ ہی بہترین ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے یہی اللہ کا پسندیدہ طریقہ ہے۔

کشف کے بارے صوفیاء کا ارشاد ہے کہ کشف طریقت وسلوک کے بچوں کا کھلونا ہے۔ اس راستے کے مسافروں میں بعض ایسے لوگ بھی آجاتے ہیں کہ ان کی ظاہری عمر خواہ کتنی طویل ہو ان کی باطنی عمر بچوں جیسی ہوتی ہے ان کا یقین بھی پختہ نہیں ہوتا ایک وقت میں ایک کھلونے پر فدا ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا کھلونا دیکھ لیں تو پہلے والے کو پھینک کر دوسرے کی طرف لپکتے ہیں۔ لوگ جن کا یقین مستحکم نہیں ہوتا ایسے لوگ جب تصوف وطریقت میں آتے ہیں تو اللہ اس پر قائم رکھنے کے لئے مشاہدات کے کھلونے دے دیتا ہے اور یہ ان پر اللہ کا بہت بڑا کرم ہوتا ہے۔ اور جو لوگ باطنی طور پر مضبوط ہوتے ہیں ان کے مشاہدات کم ہوتے ہیں حضرت رحمۃ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ کسی شخص کو بلندترین منازل ہو جائیں اور اسے کشف نہ ہو تو ایسے لوگ صدیوں میں کہیں ملتے ہیں بلکہ لاکھوں میں کوئی ایک ہوتا ہے۔

تصوف وسلوک دل کا معاملہ ہے محبت الٰہی دل میں آتی ہے اور دل ہی دل سے وصول کرتا ہے تو توحید مقصد مدنظر رہنا چاہیے یعنی یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ اس ساری محنت کا مقصد کیا ہے؟ مقصد فقط ایک ہے حصول قرب الٰہی، رضائے الٰہی اور اتباع پیغمبر ﷺ تو ہمیں خود کو جانچنا چاہیے کہ جب ہم ابتداء میں محنت کرتے تھے اور اب محنت کرتے ہیں تو اطاعت حق میں کتنا خلوص بڑھا کردار میں کتنی تبدیلی آئی اور جیسے جیسے ذکر اذکار کی محنت میں وقت گزرا مراقبات کی نعمت نصیب ہوئی تو ہمارے کردار وعمل میں کتنا کھرا پن آیا؟ اتباع رسالت میں کتنا اضافہ ہوا؟ مزاج میں نیکی کی طلب آئی اخلاق میں محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی خوشبو در آئی۔ کشف ومشاہدات اللہ کی ایک نعمت ہیں، اسکی عطا ہے جس کو چاہے دے۔ لیکن ایک وقت ہر انسان پر ایسا آتا ہے کہ مومن وکافر سب کو کشف ہو جاتا ہے۔ وہ ہے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت، عندالموت سب کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ مومن سے فرشتے پیار سے بات کرتے ہیں بڑے احترام سے اس کی روح کو لے جاتے ہیں اور کافر پر یہ وقت بڑی تکلیف کا ہوتا ہے

یضربون وجوھھم وادبارھم (سورۃ محمدآیت ۲۷)

چہرے اور جسم پر ضرب لگا لگا کر جان نکالتے ہیں، مومن وکافر کے ایمان وعقیدہ اور عمل وکردار میں یہی فرق ہے۔

تصوف وسلوک میں ایمان ویقین کی کیفیات نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر سے مشائخ کے قلوب میں آتی ہیں مشائخ سے سالکین وصول کرتے ہیں یہ بہت نازک کام ہے اس میں دل سے کیفیات لینی ہیں اور دل میں بسانی ہیں شیخ سے ظاہری تعلق سے نہیں لینی ہیں اور لے کر بھی جیب میں یا پلو سے باندھ کر نہیں رکھنی اپنے دل میں بسانی ہیں یہ دل کا معاملہ ہے اور حساس ترین ہے اس لیے اس میں توحید مقصد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ یہ خیال شعوری محنت سے رکھنا چاہیے اس لیے انسان مختلف قوتوں اور حسیات کا مالک بنایا گیا ہے ہر حس اپنا کام کرتی ہے انسانی نفس، انسانی ذہن اور انسانی خیالات بدلتے رہتے ہیں۔ سوچ کہیں سے نکل جاتی ہے کہ فلاں نے گہرے رنگ کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ فلاں کا جوتا دیسی تھا یہ ایسی سوچیں ہیں جو ہر جگہ وارد ہوتی رہتی ہیں ہمیں اس میں اپنی سوچوں کو الجھا کر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور یہ تو ہمارا مسئلہ ہی نہیں کہ دوسرا کیا کر رہا ہے ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ نے مجھے لمحے نصیب فرمائے ہیں اور میں نے اپنے اوقات کار میں سے کچھ وقت اس ایک مقصد کے حصول کے لئے مختص

کیا ہے کیا اس سے مجھے کچھ حاصل ہو رہا ہے؟ کیا میری محنت درست سمت میں ہو رہی ہے؟ کیا میں مطلوبہ محنت کر رہا ہوں؟ مجھے کتنی توجہ مل رہی ہے میں توجہ حاصل کرنے کے لئے طلب کو کتنا خالص رکھتا ہوں۔

یہ بات بھی یاد رکھ لیجیے کہ کسی کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ فلاں کی تو حضرت سے بڑی دوستی ہے ان کے ہاں اٹھنا بیٹھنا ہے تو اسے زیادہ توجہ مل رہی ہے اور چونکہ وہ تو ایسے مراسم نہیں رکھتا اس لیے وہ کم درجے کا سالک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ بھی انسان ہی ہوتا ہے۔ اپنی ذمہ داری کا مکلف ہوتا ہے احکام الٰہی کا پابند ہوتا ہے۔ وہ بھی مجبور محض ہوتا ہے اس کا اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا سب اللہ کا کرم ہوتا ہے اس سے محض کام لیا جاتا ہے وہ عالم اسباب میں ایک سبب ہوتا ہے۔ جس طرح بادل کی ذمہ داری برسنا ہے لہذا وہ برستا ہے اسے یہ فرق کرنے کا حق نہیں کہ بارش کھیتوں پر برس رہی ہے، چٹانوں پر یا کوڑے کے ڈھیر پر اسے برسنے کا حکم ہے سو وہ برسے گا ہر جگہ یکساں بارش ہوگی اس سے کیا نتائج پیدا ہوں گے یہ اللہ کا اپنا کام ہے۔ جیسی جیسی کیفیت ہوگی ویسے ویسے نتائج پیدا ہوں گے اگر زمین زرخیز ہوگی اس میں ہل چلایا گیا ہوگا اس کو نرم بنایا گیا ہوگا اس میں بیج بویا ہوا ہوگا تو غلہ اُگ جائے گا، کسی نے باغ لگایا ہوگا تو پھل پھول آ جائیں گے اور کوڑے کے ڈھیر پر برسے گی تو اس میں سے مزید تعفن اٹھے گا اس طرح اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ مشائخ کرام کی توجہ ہر ایک کے لئے ابر کرم کی طرح ہوتی ہے سب پر برستی ہے۔ ابر کرم کو جذب کرنا اپنے دل میں جگہ دینا اپنی زندگی کا حصہ بنانا اور اپنے کردار کی اصلاح کرنا یہ ہر فرد کا اپنا کام ہے۔ چونکہ ہر فرد کی استعداد مختلف ہے طریقہ کار مختلف ہے طلب اور محنت مختلف درجے کی ہے لہذا مشائخ کی طرف سے یکساں توجہ ملنے کے باوجود ان کی توجہ کے مختلف نتائج نکلتے ہیں اور اسی حساب سے مرتب ہوتے ہیں۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی تھی کہ کیا ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے لئے شیخ کی خواہش ہو کہ اسے مراقبات نصیب ہو جائیں اور پھر اس شخص کو مراقبات حاصل ہو جائیں اور کوئی دوسرا شخص محنت کرتا رہے اور اسے مراقبات نہ ہوں؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں پھر فرمایا کہ ان کا اپنا تجربہ ہے کہ انہوں نے کسی شخص کے بارے کئی بار چاہا کہ اس کے مراقبات ہو جائیں لیکن اس کے مراقبات ہونے میں برسوں لگ گئے اور کچھ لوگ ان کے پاس آئے ہفتہ بھر رہے لطائف سے شروع ہوئے اور فنافی الرسول تک ایک ہفتے میں مراقبات حاصل کر کے چلے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ نعمت اللہ کی ہے اور اس کی تقسیم بھی اسی کی طرف سے ہے مشائخ کو اپنی ڈیوٹی کرنی ہے اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے نتائج اللہ کریم خود پیدا کر دیتا ہے۔

طلب الٰہی بہت بڑی نعمت ہے اس کے حصول کے لئے محنت بھی سلیقے سے کرنا ضروری ہے جیسے ہر کام کرتے ہوئے اس کے قواعد وضوابط، سلیقے نفع ونقصان کا پاس رکھا جاتا ہے اسی طرح کام کو سلیقے سے کرنے کے لئے اسی طرح تجزیہ کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ ضروری چیز اپنی توجہ کو اس کے حصول پر مرکوز رکھنا ہے افکار کو اور سوچوں کو اس میں ضائع کرنے سے کیا حاصل ہوگا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ کیوں کر رہے ہیں؟ اپنے وقت کی قدر قیمت سمجھئے کہ آپ سال بھر میں ایک آدھ دن یا چند دن کے لئے یہاں آتے ہیں پھر سارا سال آپکو واپس اسی ماحول میں جانا ہے اور وہیں رہنا ہے تو یہاں کے چند دن غنیمت سمجھئے اور پوری توجہ عظمت الٰہی کے حصول پر رکھیں، حصول محبت الٰہی وہ نایاب دولت ہے جو اللہ کی عطا سے ملتی ہے اتباع رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہے لیکن اس کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو برزخ میں کلام سکھانا چاہتے تو اسے اپنے گاؤں س

متصل مکانوں کے ساتھ ایک چھوٹا سا قدیم قبرستان تھا وہاں ایک بزرگ کی قبر پر لے جاتے اور برزخ میں بات کرنے کا طریقہ سکھاتے ۔ایک دن خود ہی فرمانے لگے کہ یہ شخص "تلہ گنگ" کے نواح کا رہنے والا تھا برکات نبوی ﷺ کا طالب تھا اسی طلب میں یہ شخص سفر کرتا کرتا پیدل ہی دہلی تک پہنچ گیا دہلی میں اسے شیخ ملا۔شیخ نے غالباً فنائی الرسول تک مراقبات کروا دیے اور شیخ نے کہا کہ وہ اسے ان مراقبات تک لاسکتا تھالہذا اب وہ ان کی طرف سے فارغ ہے اس پر اس نے شیخ سے اجازت طلب کی کہ کیا وہ اب اپنے گھر واپس جا سکتا ہے؟ شیخ نے فرمایا گھر جاؤ گے تو خانگی امور میں کھو جاؤ گے رشتہ داریاں کی دوستیاں دشمنیاں تمہاری توجہ اپنی طرف کر کے تم سے یہ نعمت چھین لیں گی نہ جانا کہ پھر گھریلو امور میں تم اس نعمت کی حفاظت نہ کرسکو گے وہ شخص شیخ کے پاس سے نکل کر گھر کی طرف چلا لیکن گھر نہیں گیا اور اسی علاقے میں مقیم رہا یہیں فوت ہوا اور یہیں دفن ہوا۔ برکات اتنی سستی چیز نہیں ہے۔اس نعمت کی حفاظت بھی قربانی مانگتی ہے۔آج اللہ کریم نے اسے عام کر دیا ہے کہ ہر آنے والے کے لئے اس کا حصول آسان ہے۔مرد ہوں یا خواتین جو چاہے آئے طالب الٰہی ہو کر آئے اور مالا مال ہو کر جائے ورنہ آج سے پہلے کی آپ صوفیا کی تاریخ پڑھیں تو ملتا ہے کہ مشائخ کے لاکھوں لوگ مرید ہوئے لیکن انہوں نے کسی ایک، دو یا چار پانچ کو قلبی کیفیات سکھائیں باقی سب کو ظاہری اصلاح پر ہی رکھا۔ پوری تاریخ تصوف میں صحابہؓ سے تبع تابعین تک یہی کیفیت رہی تبع تابعین کے بعد کوئی ایک ایسی ہستی نہیں ملتی کہ جس کے پاس جانے والا ہر مرد وعورت، امیر وغریب ان پڑھ و پڑھا لکھا سب ہی کیفیات قلبی لے کر لوٹے ہیں۔ پھر چودہ سو سال بعد حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے اس سنت کا احیاء کیا کہ ہر آنے والے کو قلبی کیفیات نصیب ہوئیں۔ میں نے یہ بات پہلے بھی کہی تھی جس پر ایک عالم نے مجھے لکھا کہ میری یہ بات میری عقیدت کا مظہر ہے لہذا مجھے یہ بات نہیں کہنا چاہیے اس پر میں نے انہیں لکھا تھا کہ عقیدت اپنی جگہ ہے اور حقیقت اپنی جگہ، میں نے انہیں کہا کہ وہ کسی کتاب سے کسی تاریخ سے چودہ صدیوں کے واقعات سے کسی ایک ہستی کی مثال نکال کر دکھائیں کہ انہوں نے کیفیات قلبی کا حصول ہر آنے والے کے لئے آسان اور عام کر دیا ہو۔کوئی مثال نہیں ملتی۔آج اگر اللہ نے اسے عام کر دیا ہے تو یہ اللہ کا اپنا نظام ہے رات کی تاریکی بڑھ جائے تو دن کا اجالا ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا میں نیکی اور بدی کا توازن قائم رکھا جاتا ہے کہ اسی توازن کے قائم رہنے سے کارخانہ حیات چل رہا ہے۔حضور ﷺ کی بعثت کے بعد اللہ نے عمومی تباہی کا عذاب انسانیت سے اٹھا لیا ورنہ پہلے برائی غالب آجاتی تھی تو قوموں کی قومیں تباہ ہو جاتی تھیں۔حضور ﷺ کی بعثت کی برکت سے اجتماعی تباہی کا عذاب اٹھا لینے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا کفر اور بے حیائی بڑھے گی اتنی ہی طلب الٰہی ،خلوص، اور ذکر الٰہی بڑھے گا تا کہ نیکی اور بدی کا توازن قائم رہے اور کائنات چلتی رہے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم تھے تعلیمات نبوی ﷺ پر عبور حاصل تھا اور برکات نبوی ﷺ سے فیض یاب تھے تزکیہ وتصوف میں بلند مقام رکھتے تھے اپنے زمانے کے قطب ارشاد تھے۔ پوری دنیا میں ایک وقت پر چار اقطاب ہوتے ہیں وہ اپنے عہد کے ان چاروں میں سے ایک تھے۔انکی ایک تقریر کا حاصل یہ تھا کہ اے لاہوریو! تم کئی کئی منزلہ عمارات میں نرم نرم بچھونوں پر کمرے ٹھنڈے کر کے سوتے ہو اور عیش کر رہے ہو تمہاری یہ عیش و عشرت ان کے وسیلے سے قائم ہے جو راتوں کو چٹائیوں پر بیٹھ کر ساری رات اللہ اللہ کرتے ہیں اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو تم لوگ اپنی ان بڑی بڑی عمارتوں سمیت غرق وتباہ ہو جاتے۔اللہ کریم نے اگر عمومی عذاب اٹھا لیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ نیکی و بدی کا اور

ظلمت وروشنی کا ایک خاص طریقے سے توازن قائم رکھے گا کہ تباہی کی نوبت نہ آئے تو یہ توازن تو قدرت نے خود قائم رکھنا ہے ہمارا اس میں کوئی کمال نہیں یہ اس کا احساس ہے کہ اس نے ہمیں بھی اس میں شامل کر لیا۔ وزن تو اللہ نے خود پورا کرنا ہے وہاں سونے کے باٹ رکھ کر پورا کرے یا پھر سنگ ریزے پلڑے میں رکھ کر وزن پورا کرے تا کہ تباہی کی نوبت نہ آئے تو اللہ کریم نے ہم پر احسان کیا اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم جیسے سنگریزوں کو اٹھا کر ایک پلڑے میں رکھ دیا۔ تو اللہ کے اس احسان کا بندے کو احساس بھی ہونا چاہیے اور اس کے عمل سے اس احساس کا اظہار بھی ہونا چاہیے۔ وہ کیسا احساس تشکر ہے جو عمل سے مترشح نہ ہو۔ ایک شخص اگر دوسرے کو کہتا رہے کہ وہ اس کی بہت عزت کرتا ہے اسے اس کا بڑا احترام ہے لیکن ہر کام اس کی مخالفت میں کرے تو وہ شخص سوچے گا کہ یہ کیسا احترام ہے اور کیسا لحاظ ہے احترام اور لحاظ تو بندے کے کردار میں نظر آنا چاہیے یہی حال یہاں بھی ہے اگر اس نعمت کی ہمارے دل میں قدر ہے تو ہمارے عمل سے اس کا اظہار ہونا چاہیے۔ ہم کمزور ہیں، نالائق ہیں ہم سے غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں اور اس کی رحمت بہت وسیع ہے اور اللہ بے حد مہربان اور معاف کرنے والا ہے لیکن ہزار کوتاہیوں کے باوجود بندے کو توحید مقصد پر قائم رہنا چاہیے۔

ٹارگٹ تو مقرر ہونا چاہیے کوئی مقصد تو متعین ہونا چاہیے جسے حاصل کیا جانا مقصود ہو کوئی منزل ہی نہ ہو گی تو محنت کس لئے کرے گا۔ اللہ پاک قبول فرمائیں۔

و آخر دعونا ان الحمد اللّٰہ رب العالمین

اللہ یار خانؒ ہسپتال میں سپیشلسٹ کلینک کا آغاز

☆ ڈاکٹر امتیاز احمد.......... ہارٹ سپیشلسٹ (پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیا

اوقات: بروز منگل۔ بدھ۔ جمعۃ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

☆ ڈاکٹر عامر رضا.......... چائلڈ سپیشلسٹ (چلڈرن ہسپتال لاہو

اوقات: بروز سوموار تا جمعۃ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

☆ ڈاکٹر فرزانہ رشید.......... (فی میل فزیشن)

اوقات: بروز سوموار تا جمعۃ المبارک شام 6 بجے تا 9 بجے

ای۔سی۔جی۔ بھاپ دینے والے مشین شوگر ٹیسٹ۔ کارڈیک مانیٹر اور لیبارٹری کی سہولیات موجود ہیں۔

اللہ یار خانؒ ہسپتال 34-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون۔ 042-5183888-0343-4570645

شیخ المکرم کا سپیشل کلاس سے خطاب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 09-04-26

اعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیمO

. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.O

والذین جاھد و افینا لنھد ینھم سبلنا وان اللّٰہ لمع المحسنین (العنکبوت آیت 69)

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جولوگ میری رضا کے لئے محنت و مجاہدہ کرتے ہیں میں انہیں اپنے تک آنے کے راستے دکھا دیتا ہوں اپنی بارگاہ میں آنے کے لئے متعدد دروازے کھول دیتا ہوں ۔ جن لوگوں کی ساری محنت و مشقت، ساری جدو جہد کا منشاء میری ذات میری رضا اور میرے قرب کا حصول ہوتا ہے ان کے لئے ہدایت کے راستے واء کر دیئے جاتے ہیں۔

اللہ کریم نے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا ہے کہ انسان کو اس میں محنت کرنا پڑتی ہے اور ہر ایک کو کرنا پڑتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ گدا اگر کچھ نہیں کرتا بس مانگ کر گزارہ کر لیتا ہے لیکن مانگنے میں بھی محنت لگتی ہے سارا دن ہاتھ پھیلائے دردر کے دھکے کھاتے گزر جاتا ہے بے شمار نفرتیں اور ہتک آمیز کلمات سننے پڑتے ہیں۔

دنیا کو دنیا کہتے ہی اس لئے ہیں کہ یہاں ایک فوری اجر مل جاتا ہے دنیا کے معنی ہیں قریب تر چیز اس لئے جب بھی کوئی کام کیا جائے تو اس کا اچھا یا برا نتیجہ فوراً ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور دنیوی نتائج چونکہ مادی ہوتے ہیں اس لئے سامنے نظر آتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اُخروی نتائج دیر سے ملتے ہیں ۔ ملتے وہ بھی فوراً ہی ہیں لیکن وہ چونکہ مادی نہیں ہوتے لہذا ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتے البتہ ان کا اثر بندے کی قلبی حالت پر آتا ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیوی کام انجام دے کر اخروی نتائج سے بہرہ ور ہونا انسانیت کی کامیابی کی دلیل ہے اس لئے دنیا کا نظام ہی ایسا بنایا گیا ہے کہ کوئی بھی بے کار نہیں رہ سکتا۔ اچھا یا برا مفید یا مضر کوئی نہ کوئی کام ہر کوئی کر رہا ہوتا ہے اور کرنا پڑتا ہے۔ بس دیکھنے کی بات یہی ہے کہ انسانی محنت اور کاوش کا مقصد و محور کیا ہے؟ کیا محض دنیا کماتا ہے یا طلب رضائے باری کے لیے دنیا کے کام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کرنا ہے اس لئے کہ اسلام عملی زندگی سے علیحدگی کا نام نہیں ۔ تمام عبادات کا مقصد اللہ کریم کے قریب ہونے کے احساس وادراک کا حصول ہے اور اس احساس کے ساتھ دنیوی امور کو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق انجام دینے کا نام اسلام ہے۔ عبادات عملی زندگی کو صحیح راستے پر ڈالنے کا ذریعہ ہوتی ہیں اور اجر عملی زندگی پر ہی مرتب ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر . یقیناً صلوٰۃ برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے یعنی عبادت کرنے سے جو حضور حق نصیب ہوتا ہے وہ بندے کو ناپسندیدہ کاموں سے روکنے کا سبب بن جاتا ہے۔ جب بندے کو یہ ادراک نصیب ہو جاتا ہے کہ رب العلمین اس کے پاس ہے اسے دیکھ رہا ہے اس کی سوچوں تک سے آگاہ ہے اس کے ارادے سے واقف ہے تو بندہ عمل سے ارادے تک ہر شے کو کھرا کر دیتا ہے سو جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لئے خلوص سے مجاہدہ کرتا ہے اس کی محنت بار آور ہوتی ہے۔

آپ حضرات چونکہ فزیکل ٹریننگ کلاس میں ہیں تو آپ کا کام زیادہ مجاہدے کا تقاضا کرتا ہے لیکن یہ مجاہدہ بھی حضور ﷺ کی سنت مبارکہ کے مطابق کروایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نشانہ بازی، گھڑ سواری، تلوار بازی، جسمانی چستی قائم رکھنے کے لئے دوڑ لگانا جیسے کام کرواتے بھی تھے اوران کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔

آپکے اس مجاہدہ میں نفس اور شیطان ایک چھوٹا سا دھوکہ دیتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہم تو اتنی جسمانی محنت و مشقت کرتے ہیں شاید ہمیں اب عبادت میں محنت کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اس میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر ہم اللہ کے لئے محنت کرتے ہیں تو اس کا انعام اللہ کی طرف سے توفیق عمل کا ملنا ہے اگر دنیوی مجاہدات کرنے سے ہم میں قرب الٰہی حاصل کرنے کی مزید تڑپ پیدا ہوئی عبادات میں یکسوئی اور خشوع بڑھا۔ عبادات کو بر وقت اور صحیح طریقے سے کرنے کی توفیق ہوئی تو اس کا مطلب ہے نیکی کا فوری اجرمل گیا۔ اور اگر خدانخواستہ ہم دنیوی مجاہدہ کریں اور ہماری عبادات میں کمی آتی ہو تو اس کا مطلب ہے ہمارے مجاہدے کی صرف شکل ہی ہے اس میں خلوص کی کمی ہے یا نیت میں وہ راستی نہیں جو ہونی چاہیے۔ اگر ذکر الٰہی حفاظت الٰہی حاصل کرنے کا نادر نسخہ ہے تو نفس بھی بہت عیار ہے محنت سے روکنے کے لئے حیلے تراشتا رہتا ہے اور شیطان بھی کسی وقت فارغ نہیں بیٹھتا بلکہ اب تو اس کا سارا زور گنتی کے لوگوں پر ہے کیونکہ انسانیت کی اکثریت اس کی ہم نوا ہوگئی ہے لوگ تو اس کے ساتھی بن گئے ہیں ان سے وہ بے فکر ہے اور اس کی بھی ساری توجہ ان لوگوں پر ہے جو اس عہد میں، اس دور میں اللہ اللہ پر کاربند ہیں جنہیں مراقبات بھی نصیب ہیں اور جو دنیوی محنت بھی کر رہے ہیں، ایسا کردار دین اسلام کی حیات ہے ان کا یہ عمل اس راستے کو واضح کرتا ہے جس راستے پر دین اسلام مومن کو چلانا چاہتا ہے اس دور میں بھی اللہ کریم نے ایسے کچھ نمونے رکھے ہوئے ہیں۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ ساری محنت اسی لئے کر رہے ہیں کہ اس دور میں بھی کچھ ایسے لوگ تیار ہو جائیں جنہیں دیکھ کر کہا جاسکے کہ مسلمان اس طرح کے ہوا کرتے ہیں۔ تو حقیقی اسلام کو خود پر لاگو کرنے کے لئے زندگی کے تمام ضروری شعبوں میں جانفشانی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ جسمانی جفاکشی روحانی بالیدگی بیک وقت مسلمان کے کردار کا لازمی حصہ بن کر موجود رہتی ہیں لیکن عمومی طور پر زمانے کی روش میں بہت بڑی تبدیلیاں در آئی ہیں جس کی وجہ حضور اکرم ﷺ کے مبارک عہد سے زمانی فاصلہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا بابرکت زمانہ تھا۔ پھر زمانہ درمیان میں آ گیا ہم چودہ سو سال سے زیادہ دور زمانے میں آئے۔ ہجری سال کا ہر گزرنے والا لمحہ دوری میں اپنا اثر چھوڑتا ہے پھر اس کام کے لئے اللہ کی بے حد رحمت چاہیے اللہ کا بڑا احسان چاہیے کہ چودہ صدیوں کے فاصلے کو چیر کر بندے کو بندے کے ارادے کو بندے کے طرز عمل کو اس بارگاہ تک لے جائے اور اس میں اور بارگاہ نبوت میں فاصلے کوئی حیثیت نہ رکھیں یہ کوئی آسان کام نہیں۔ یہ بہت مشکل کام ہے اور اللہ کریم کی بہت بڑی عطا ہے۔ اس نعمت کے قیمتی ہونے کا احساس ہر پہلو میں ذوق وشوق سے محنت کرنا ہے۔ اس دور میں اللہ نے اتنی قیمتی دولت عام کردی ہے لیکن بندے اس کی کیا قدر کر رہے ہیں؟

میں سارا دن مصروف رہتا ہوں یہاں بے شمار لوگ آتے ہیں مرد بھی آتے ہیں خواتین بھی آتی ہیں لیکن آنے والوں میں اکثریت ایسی ہوتی ہے جو دین کی طالب نہیں ہوتی مجھے حسرت ہی رہتی ہے کہ کوئی اس نعمت عظیم کا طالب بھی آئے لیکن کتنی عجیب بات ہے ہر بندے کے صرف دنیوی مسائل ہی ہوتے ہیں کہ بچہ بیمار ہے،

نوکری نہیں مل رہی ، مقدمہ بنا ہوا ہے بس یہی مسائل ہی گھیرے رہتے ہیں۔ جب تک دنیا میں بیٹھے ہیں مسائل سے تو کسی کو مفر نہیں ان کا حل البتہ اتباع نبی علیہ السلام میں ہے لیکن کوئی حقیقی حل کا طالب بھی ہو تو! میں باوضو منبر پر بیٹھ کر یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے اس ملنے ملانے پر وحشت ہوگئی ہے اسی کے باعث ملنے کو دل نہیں کرتا۔ کیا حاصل اس طرح کے ملنے ملانے کا جب لوگ اس بندے کے شعبے کے بارے بات ہی نہ کریں جس جنس کا کوئی بیوپاری ہو اس جنس کی خریداری کے بارے کوئی گفتگو ہی نہ ہو اور یہ بات ہر شعبے کے ماہر کے ساتھ ہے آپ کسی ایک لوہار کی مثال ہی لے لیں آپ اس کے پاس بیٹھ کر سیاست پر بحث کرتے رہیں امور سلطنت کی بات کرتے رہیں تو لوہار بیچارہ کیا کرے گا بیٹھا آپ کی بات سنتا رہے گا۔لیکن اسے آپ کی یہ بات پسند نہیں آئے گی۔ اگر آپ اس سے لوہے کی قسموں کے بارے میں بات کریں لوہے سے بننے والے اوزاروں کی بات کریں تو اسے دلچسپی ہوگی اور وہ آپ کا پورا ساتھ دے گا۔یعنی ہر شعبے کا بندہ اپنے شعبے کی بات ہی کرنا چاہتا ہے اور وہی سننا چاہتا ہے۔ ہمارا بھی ایک شعبہ ہے وہ ہے اللہ کی یاد، اللہ کا ذکر، اللہ سے تعلق حضور نبی کریم ﷺ کی بات آپ ﷺ کا اتباع ۔آپ ﷺ کے اتباع میں جو کمی ہم سے ہو رہی ہے اسے کیسے دور کیا جائے۔ ہم انہی امور پر متوجہ ہوتے ہیں ساری محنت انہی امور میں کرتے ہیں تو اگر ہمارے پاس آنے والے اس موضوع کو چھوڑ کر وہ مسائل زیر بحث لائیں جن سے دنیا کا کوئی بندہ آزاد نہیں ہے اور ہم خود بہت سے دنیوی امور میں پھنسے ہوئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ ایک طرف متوجہ ہو کر کام کیا جائے تو دوسری طرف کا نقصان ہوتا ہے دین کے کام پر لگے ہوں تو دنیوی نقصان اٹھانا پڑتے ہیں دونوں طرف بات برابر نہیں چلتی۔ اللہ کا احسان ہے اس نے ہمیں دین کی خدمت پر لگا دیا ہے تو دنیوی نقصان تو ہمیں بہت اٹھانے پڑتے ہیں کسی نے ہماری زمین دبا رکھی ہے، کسی نے ہم سے جھگڑا کر رکھا ہے، کوئی ہم پر مقدمے کر رہا ہے اور یہ مسائل دن رات چلتے رہتے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے ہمیں ان مسائل کو حل کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے اور ہمیں ان مسائل کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہمیں معلوم ہے کہ دنیا میں رہنا ہے تو یہ سب کچھ تو دیکھنا پڑے گا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ گزشتہ پچاس سالوں سے کسی حکومت نے بھی ہم سے تعاون کیا ہو اور ہمیں اس پر کوئی افسوس بھی نہیں ہوا۔ بے شمار سرکاری ایجنسیاں اپنی کارروائی کرتی رہتی ہیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی اس لئے کہ ہم اپنی پوری توجہ اپنے کام پر رکھتے ہیں اور دنیا کے بھی سب کام عبادت سمجھ کر پوری توجہ سے کرتے ہیں لیکن یہ دنیا مسائل و مصائب کا گھر ہے ہم بھی اسی دنیا میں رہتے ہیں اور دنیاوی مسائل سے گزرتے ہیں لیکن لوگوں کا یہ عالم ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس آ کر شاید ان کی دنیا سنور جائے گی۔ میں لوگوں کے اس رویے سے اتنا بیزار ہو جاتا ہوں کہ جو قیمتی نعمت یہاں اللہ نے لٹانے کے لئے ارزاں کر رکھی ہے اس کی طلب لیکر نہیں آتے کئی دفعہ دل چاہتا ہے کہ انہیں کہہ دوں کہ چلے جاؤ لیکن اللہ کریم سے حیا آتی ہے خوف آتا ہے کہ دنیا کے حصول کے لئے یہ آتے ہیں تو میں اللہ کریم سے دعا و درخواست ہی کرتا ہوں اگر میں نے انہیں بھگا دیا تو پھر یہ کسی بے دین کے ہاتھ چڑھ جائیں گے کسی عامل کے پاس جا کر مال و دولت بھی ضائع کروائیں گے اور ایمان بھی خراب کروائیں گے۔

یہ بے حد عجیب نوعیت کا دور ہے۔ اس میں طلب الٰہی کا نصیب ہو جانا خود بہت بڑا انعام ہے یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ جسے نصیب ہو جائے صرف وہی جان سکتا ہے کہ اس کی کوئی حدود نہیں۔ اور ایک لطیفہ قلب نصیب ہو جائے تو یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کا شکر یہ ادا نہیں ہو سکتا۔ لیکن ساتھیوں میں وہ راستی اور پختگی نہیں آتی جو اس

نعمت کے شایان ہے۔ خط لکھیں گے یا بات کریں گے تو یہی کہ ہمیں کشف نہیں ہوتا، مشاہدہ نہیں ہوتا۔ سوچنا چاہیے کہ کیا اللہ اللہ کرنے کی محنت کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے یا کشف و مشاہدہ کا حصول؟ اگر کوئی کشف کا طالب ہے تو وہ اللہ کا طالب نہیں غیر اللہ کی طلب کے لئے مجاہدہ کر رہا ہے۔

بندہ اس نعمت کی قدر اسی وقت کر سکتا ہے جب وہ اپنی طلب میں کھرا ہو اور محنت میں بھی کھرا ہے موجودہ سائنس کہتی ہے کہ ایک بندے کے وجود میں ڈھائی کھرب Cell ہوتے ہیں۔ روئے زمین کی آبادی چھ ارب ہے انسان کے اپنے وجود کے اندر موجود ہے اور وہاں ایک جہان آباد ہے جس میں نئے سیل پیدا ہوتے اور پرانے مرتے رہتے ہیں ان اعداد و شمار کی روشنی میں اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک لطیفہ قلب ذاکر ہو جائے تو وجود کے کتنے سیل ذاکر ہو جائیں گے اور ساتواں لطیفہ روشن ہو جائے تو بدن کا ہر ذرہ روشن ہو جاتا ہے۔ اور ہر سانس میں جب اللہ ہو کا تسلسل قائم رہے تو بندہ چلتا پھرتا روشنی اور نور پھیلاتا چلا جاتا ہے۔ لطائف کی صورت میں اتنی بڑی دولت نصیب ہو اور پھر بندے کو یہ خیال رہے کہ اسے کشف ہوا یا نہیں ہوا؟ تو یہ کتنی بڑی نادانی ہے؟

جاننا چاہیے کہ کشف و مشاہدات از قسم ثمرات ہوتے ہیں اور ثمرات ہمیشہ اللہ کریم کی طرف سے عطا ہوتے ہیں اور یہ اللہ کا انعام ہے لیکن جنہیں نصیب ہوتا ہے وہ اپنے اجر کا ایک حصہ دنیا میں ہی پا بھی لیتے ہیں اور جنہیں کشف نہیں ہوتا ان کا سارا اجر آخرت میں محفوظ رہتا ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جنہیں کشف نہیں ہوتا وہ جب قبر میں پہنچیں گے تو کہیں گے کاش انہیں دنیا میں مشاہدات نہ ہوتے اور ان کا سارا اجر نہیں آخرت میں ہی ملتا کہ آخرت تو ہمیشہ رہنے والی جگہ ہے۔ اور کشف و مشاہدہ تو ہر مرنے والے کو عند الموت ہو جاتا ہے۔ موت کے فرشتے تو کافر کو بھی نظر آتے ہیں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ موت کے فرشتے کافر کی روح قبض کرنے جب پہنچتے ہیں تو انہیں پوچھتے ہیں کہ فیھا کنتم ۔قالوا کنا مستغعفین فی الارض قالو الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھا جروا فھیما۔فاولٰنک ما وھم جھنم وساء ت مصیرا (النساء آیت 97) تم دنیا میں کیا کرتے رہے کہ اس حال میں پہنچ گئے ہو کفر کی غلاظت میں لپٹے ہوئے ہو۔ کافر جواب دیتا ہے کہ وہ معاشرے کا کمزور فرد تھا معاشرے کے ساتھ چلنا اس کی مجبوری تھی اور ان لوگوں کی بات مان کر ان جیسا ہو کر رہنے پر وہ مجبور تھا فرشتے جواباً کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین اتنی وسیع نہیں تھی کہ جس ماحول اور معاشرے میں بے دینی پر مجبور کیا جاتا تھا تم وہ جگہ چھوڑ کر کسی ایسی جگہ ہجرت کر جاتے جہاں دیندار لوگ ہوتے آج بھی تو دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو پہلے ہی کسی ایسی جگہ ہجرت کر جاتے جہاں دیندار لوگ ہوتے آج بھی تو دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو پہلے اپنی مرضی سے اپنے فیصلے سے نیک ماحول میں چلے جاتے ایسی آبادی ایسے ملک چلے جاتے جہاں تمہارا دین محفوظ رہتا اور تمہاری عاقبت برباد نہ ہوتی سوائیوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ۔آج کا مسلمان بھی اسی روش کو اپنا چکا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ جہاں بھی زیادہ مال و دولت ملتا ہے وہاں چلا جائے خواہ دین ہاتھ سے چلا جائے۔ کیا ہر کوئی امریکہ اور یورپ کے ممالک میں محض اسی خواہش میں نہیں چلا جا رہا۔ حالانکہ ملنا وہاں بھی اپنا نصیب ہی ہے پھر جب وہاں پہنچ جاتے ہیں تو سمجھ آتی ہے کہ یہاں تو ایمان بچانا مشکل ہے وہاں جانے کے لیے جتنے بے تاب ہوتے ہیں وہاں پہنچ کر اتنے ہی بے چین پھر وہاں سے فون آتے ہیں کہ میں بڑی مشکل میں ہوں۔ تو اگر مشکل میں ہی گرفتار ہونا تھا تو کم از کم نماز، روزہ اور رزق حلال کو ہی ترجیح دے کر یہیں محنت کر لیتے وہاں جا کر غلاظتوں میں پھنس کر مشکل میں تو نہ پڑتے اور جو

دعائیں وہاں کے لئے کرنی تھیں وہ یہاں کے لئے کر لیتے۔
اسباب ظاہری اختیار کرنے کے تو ہم سب مکلف ہیں لیکن ساری بھاگ دوڑ سے ملتا وہی ہے جو اس آدمی کا حصہ ہوتا ہے جتنا کھانا اور پانی اللہ نے بندے کے لئے مقرر کر دیا ہے اتنا وہ کھا کر ہی دنیا سے جائے گا۔ اللہ کا نظام ہی ایسا ہے کہ کوئی اپنے حصے کا رزق کھائے بغیر دنیا سے جا تا نہیں اور کسی دوسرے کا کھا نہیں سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میری حفاظت کے لئے موت ہی کافی ہے" یعنی موت وقت سے پہلے کسی کو مجھے مارنے نہیں دیتی موت نے وقت پر ہی آنا ہے اور جب تک وہ وقت نہ آئے کوئی کھینچ کر لے جا نہیں سکتا۔

میرے بھائی یہ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے اس کا کرم ہے کہ اس نے حضرتؒ کی جوتیوں میں پہنچا دیا ورنہ ہم نہ معلوم کس ویرانے میں تباہ ہو گئے ہوتے۔ جب اللہ کا اتنا بڑا احسان ہوا ہے تو پھر ہماری بھی یہی ذمہ داری ہے کہ اس نعمت کو آگے پہنچائیں۔ جو کچھ ہم سے ہو رہا ہے۔ الحمد اللہ اس نے ایک بات کی توفیق دی ہوئی ہے کہ ہم یکسو ہو کر اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے یہ اللہ کے دست قدرت میں ہے اور توفیق عمل بھی اسی کے پاس ہے۔

میری تو یہ گزارش ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے سارے امور پورے ہوں جو بچوں کو بھی توجہ دے بیوی کو بھی توجہ دے والدین کی بھی خدمت کرے کاروبار، ملازمت، محنت کر کے رزق حلال بھی کمائے حرام سے بچے اور عبادات اذکار و مراقبات کے لئے بھی وقت نکالے۔

آپ لوگوں کو پوری جماعت کی نسبت زیادہ محنت کرنی چاہیے۔ دنیا کے امور میں تو آپ محنت کر ہی رہے ہیں عبادات واذکار میں بھی آپ کو دوسروں سے آگے ہونا چاہیے۔ آگے آنے کا مطلب یہ ہے کہ جو بندے کے ذمے ہے اسے پورا کرے عبادات میں بھی محنت اور دنیوی امور میں بھی محنت دونوں بندے کی ذمہ داری ہیں۔ شعبہ تصوف میں ایک بات غلط العام ہو چکی ہے کہ قرب الٰہی کے حصول میں بزرگ ویرانوں میں چلے جایا کرتے تھے جنگلوں میں زندگیاں بسر کر گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بزرگ ہستیاں حق پر قائم رہیں حق کی حمایت کرتے رہے تو بادشاہوں اور حکمرانوں کو ان کی یہ حق گوئی اور حق پرستی راس نہ آئی۔ انہوں نے ان بزرگوں کو شہر بدر کر دیا اور لوگوں پر پابندی لگا دی کہ کوئی انہیں ملنے نہیں جائے گا۔ کتنے بڑے بڑے نام اس فہرست میں شمار ہوتے ہیں کیا بایزید بسطامیؒ اپنی مرضی سے ویرانے میں جا بسے یا حکمرانوں نے انہیں ظلماً ویرانوں میں بھیجا اور اس ویرانے میں بھی انہیں کوئی ملنے نہ جا سکتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کرتے تھے کہ جب ایسے بزرگ الگ تھلگ رہے تو ساری محنت کے باوجود ان کے منازل میں ترقی نہ ہوئی اور وہ اپنی اسی منزل پر ہی رہے اس لئے کہ ترقی منازل کے لئے دنیوی امور کو سنت کے مطابق انجام دینا ضروری ہے۔ جب لوگوں سے میل جول ہی نہ رہا لین دین اور کاروبار ہی نہ رہا تو ترقی درجات کس بات کی!

یاد رکھیں! عبادات کا ثمر یہ ہے کہ معاملات میں راستی نصیب ہو۔ معاملات کی راستی ہی ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ لیکن اعمال میں راستی آجائے تو عبادات میں کمی کیا معنی؟ آپ کو اس بات کا اطمینان ہے کہ آپ نے کھیتوں میں کام کیا فصل ہوئی، بارہ تیرہ سو من گندم دارالعرفان کا سال بھر کا خرچ ہے۔ جو لوگ اللہ کے نام پر کھاتے ہیں اس رزق حلال کا جو دانہ کسی کے وجود کو طاقت دیتا ہے اس سے وہ کتنے نیکی کے کام کرنے کی قوت پاتا ہے اسے نیکی کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس رزق حلال کو اتنے کثیر لوگوں تک پہنچانے میں آپ کی محنت شامل ہے ان لوگوں کی عبادات و نیک

اعمال میں آپ کا حصہ ہے کہ حلال اور خالص غذا ملے تو توفیق عمل بھی نصیب ہوتی ہے لیکن اس محنت کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ اسی پر بے فکر ہو جائیں اور عبادات کی طرف سے غفلت برتیں۔ آپ کو پابندی صلوٰۃ، ذکراذکار، مراقبات میں بھی دوسروں سے آگے رہنا ہے۔ خصوصی جماعت کا مطلب ہی یہی ہے کہ وہ جسمانی طور پر مضبوط اور رُوحانی طور پر مضبوط تو ہوں۔ حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں اللہ کے دست قدرت میں ہی ہیں کیا حضرت ابراہیمؑ کے لئے میلوں جلائی گئی آگ کے اندر اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو گلزار عطا نہیں کر دیا تھا۔ بظاہر آگ میلوں تک جل رہی تھی اللہ نے اسی آگ کو اپنے پیغمبرؑ کے لئے آرام کا سبب بنا دیا۔ یہ اس کی قدرت کاملہ ہے

اکثر مفسرین اور مترجم حضرات نے سورہ انبیاء آیت **69** قلنا ینار کونی بردا وسلما علی ابراھیم. کے ترجمے میں یہ لکھا ہے کہ اس کا ایک پہلو اور بھی ہے اللہ فرماتے ہیں ہم نے آگ کو حکم دیا اور وہ گلزار ہو گئی قرآن حکیم کے متن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا ایک پہلو اور بھی ہے اللہ فرماتے ہیں ہم نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو کر ابراہیمؑ کے لئے سلامتی کا سبب بن جاؤ۔ اس آیت کی ترتیب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگ کو حکم دیا گیا کہ آگ اپنی خاصیت یعنی جلنے کے باوجود ابراہیمؑ کے لئے باد بہاری بن جائے۔ کیونکہ یہ حکم ہی آگ کو دیا جا رہا ہے **قلنا ینار کونی بردا** اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا۔ اگر اس سے مراد آگ کا بجھنا لیا جائے تو پھر اگر آگ بجھ گئی تو آگ کا وجود ہی نہیں ملے گا اگر وہ ہی نہ رہا تو حکم کی تعمیل کس نے کی؟

آج بھی سارا معاشرہ، ساری دنیا، مغرب امریکہ نار نمرود بن جائے اللہ کے نام کے نور سے اللہ کے بندے کے لئے، ذاکر کے لئے اللہ اللہ کرنے والے کے لئے آج بھی وہ اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اس میں اسی طرح محفوظ رہتا ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنی شان کے مطابق آگ میں محفوظ رہے۔

اس عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا کا جو کام بھی کرتے ہیں اللہ کا احسان ہے دین کی غرض سے ہی کرتے ہیں حضورﷺ کے ارشاد کے مطابق مومن کی دنیا بھی دین ہوتی ہے لہذا دنیا کے کام برنگ عبادت کریں اور اپنی عبادات معمولات ذکر مراقبات بھی پابندی سے کریں دوسروں سے زیادہ کریں۔ جسم کو چاق و چو بند رکھنے کیلئے پروگرام اور اجتماع میں شمولیت میں کمی نہ آنے دیں، کام کاج اور عبادات کے لئے اللہ سے توفیق مانگیں، اللہ آپ کو توفیق بھی دے اور بہتر اجر بھی دے کہ آپ دوسروں سے ممتاز نظر آئیں۔

--------☆☆☆☆-----

----☆☆☆☆☆-----☆☆☆☆☆----

درج ذیل بیماریوں کے علاج کے لئے رجوع فرمایئے!

(1) زنانہ مردانہ بانجھ پن (2) ہیپاٹائٹس B&C (3) بلڈ کینسر (4) دل کی شریانیں اور والو بند ہونا۔

(دل کا آپریشن کروانے سے پہلے ایک بار ضرور رابطہ کریں)

ادویات بذریعہ ڈاک بھیجی جائیں گی۔

رابطہ کیلئے 0345-8960642 اوقات رابطہ : دن 2:00 تا 4:00 بجے (اس کے علاوہ زحمت نہ فرمائیں)

یقینِ محکم کی ضرورت ہے!

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

قرآن حکیم اور اسوہ نبی کریم ﷺ تمام زمانوں کے لئے ہے اور ہر عہد میں زندہ و تابندہ ہے یہی انسانیت کے تمام مسائل کا حل ہے۔ لیکن یہ صرف کہنا ہی نہیں اپنے کردار سے ثابت کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مواخات بنائی تو سب صحابہؓ آپس میں بھائی بھائی ہو گئے بھائی بھائی بن کر رہے۔ آپ ﷺ کے اتباع میں ہم بھی اللہ کے نام پر جمع ہوتے ہیں تو معاشرے کو نظر آئیں کہ یہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں ایک دوسرے کا دکھ بانٹتے ہیں جائز کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں ایک دوسرے کو غلطی کرنے پر حکمت کے ساتھ روکتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم تو عرض کی گئی کہ مظلوم کی مدد کرنے کی تو سمجھ آتی ہے ظالم کی مدد کیسے کی جائے فرمایا! اسے ظلم سے روک کر اسکی مدد کی جائے۔ یعنی ظالم کی بھلائی اسی میں ہے کہ اسے ظلم کرنے سے روکا جائے۔ اسکی غلطی سے اسے روکا جائے۔ آج جب ہم یہ بات کہتے ہیں اور ہر مومن کا یہ ایمان ہے کہ سنت خیر الانام تمام زمانوں کے لئے ہے تو پھر ہمیں اپنے کردار سے ثابت کرنا ہوگا کہ آج بھی آپ ﷺ کی تمام سنتیں اسی طرح موثر ہیں جس طرح آپ ﷺ کے زمانے میں تھیں آج بھی آپ ﷺ کی مواخات کی سنت قائم ہے آج بھی ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے نام کی بدولت ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھتے ہیں۔ جنہیں معلوم ہے کہ دنیا میں ہر ایک کا اپنا عہدہ ہے اور اپنی ذمہ داری ہے لیکن بارگاہ ربوبیت میں اور بارگاہ رسالت میں محمود و ایاز سب ایک ہیں۔

جب ہمارا ایمان ہے کہ سب ایک اللہ کو مانتے ہیں سب ایک اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں سب ایک نبی ﷺ کے دامانِ رحمت سے وابستہ ہیں تو پھر یہ باتیں ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہوں گی۔ اور جب ہمارے عمل میں آئیں گی تو حرام کھانے سے بھوک سہہ لینا آسان ہوگا جھوٹ بولنے سے خاموش رہنا بہتر ہوگا۔ دنیا میں ہزار مواقع ایسے آتے ہیں کہ آدمی کے بس سے بات باہر ہو جاتی ہے کہے بغیر گزارہ نہیں اور کہہ کر مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو اگر بات سچ نہیں کر سکتا تو کم از کم جھوٹ نہ کہے یہ بھی کمزوری ہے غلطی ہے کہ سچ جانتا ہے اور سچ کہہ نہیں سکتا لیکن اگر سچ نہیں کہہ سکتا تو جھوٹ نہ بولے یہ جرم ہے سچ نہ کہنا بھی غلط ہے کمزوری ہے ہلکی برائی ہے لیکن جھوٹ سے بچنا بہت ضروری ہے۔ یہ سب کچھ ہمیں اپنے عمل سے ثابت کرنا ہوگا اور خدانخواستہ ہم عملاً یہ چیزیں نہ کر سکے تو اللہ کسی اور کو توفیق دے دے گا ایک ایسی جماعت بن رہی ہے جو غزوہ الہند کی بنیاد بنے گی جہاد ہوگا خوش نصیب شہید ہوں گے غازی بنیں گے انقلاب آئے گا۔ حضور ﷺ کے دین اسلام کا نور دہر میں اجالا کرے گا۔ آپ ﷺ کی نوید ہے کہ جو اس غزوہ الہند میں شہید ہوگا وہ بلا حساب جنتی ہوگا اور جو باقی بچے گا وہ بھی بلا حساب جنتی ہوگا۔ اس آرزو اور اسکی تمنا لیکر زندگی بھر غزوہ الہند کی تیاری کرتے ہوئے

استعداد سے عاری ہیں۔

انسان کی تخلیق میں اللہ نے ترتیب یہ رکھی ہے کہ مادی جہان کے عناصر اربعہ آگ، مٹی، ہوا اور پانی جب ملتے ہیں تو ان سے بخارات پیدا ہوتے ہیں اسے روح حیوانی یا نفس کہتے ہیں، بخارات کی یہ طاقت خون کو گرم رکھتی ہے اور رگوں میں دوڑتی ہے اسی لیے جب انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کا بدن سرد ہو جاتا ہے اس کے روح حیوانی کی وہ حرات جو اعضائے بدن میں تھی وہ ختم ہو گئی لیکن اگر بندے کی موت واقع نہ ہو وہ عرصہ دراز تک بے ہوش رہے تو زندگی قائم رہتی ہے۔ روح حیوانی یا نفس کی تخلیق ہی مادی اجزاء سے ہوئی ہے لہذا اس کی فوری رسائی مادی چیزوں تک ہی ہوئی ہے اور اس کی محبت بھی مادی اشیاء سے ہوتی ہے۔ وہ خواہشات کی فوری تکمیل چاہتا ہے اسی لیے فرمایا گیا۔

ان النفس لا مارة بالسوء (سورۃ یوسف آیت ۵۳)

بے شک نفس برائی کا حکم دیتا ہے، عیاشی کا حکم دیتا ہے، لوٹ کھسوٹ کی راہ کا خواہش مند ہوتا ہے۔ انسان کی تخلیق میں دوسری چیز روح ہے جو عالم امر سے ہے یہ نہایت پاکیزہ ہے اور انتہائی لطیف ہے یہ واپس اپنے گھر کو اپنے وطن کو لوٹنا چاہتی ہے لیکن اس کا بدن انسانی سے ایسا رشتہ ہے کہ اسے چھوڑ نہیں سکتی یعنی بدن کے تقاضے مادی تقاضے رکھتے ہوئے بدن ان اعمال میں مشغول ہوتا ہے اور اسی بدن میں روح کا جوڑ لگا ہوا ہے جو پاکیزگی، بھلائی، نیکی کی انتہائی بلندیوں کا خواہش مند ہے۔ ان دو قوتوں کو انسانی وجود میں ودیعت کر کے اللہ کریم نے انسان کو یہ اختیار عطا کیا ہے۔

انا ھدینه السبيل اما شاكراً واما كفوراً (الدھر آیت ۳)

" کہ انسان کو دونوں راستے دکھا دیے گئے ہیں وہ مخلوق ہو کر عالم خلق میں رہ کر اپنا رشتہ عالم امر سے استوار کرنا چاہتا ہے یا عالم امر کی امانت کو مادی لذات پر فریفتہ ہو کر پیچھے پھینک دینا چاہتا ہے یہ انسان کی اپنی پسند ہے اپنا اختیار ہے جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے وہ کر لے، دنیا میں راستے دونوں کھلے ہیں محاسبہ ضرور ہوگا جو اپنے اصل وطن کو پانے کے لئے کوشاں رہا وہ انعام پائے گا اور جس نے صرف مادی دنیا کو ترجیح دی اور اپنے وجود کے ساتھ روح کو بھی تباہ کیا وہ سزا پائے گا۔

مادی دنیا میں اللہ کریم نے روح کو بدن کے تابع کر دیا ہے، بدن مکلّف بالذات ہے روح بدن کے اندر مقید ہے مادی دنیا کے گرم و سرد، نیکی و بدی بدن براہ راست برداشت کرتا ہے لیکن اس کے اثرات روح بھی بھگتتی ہے بدن اگر گناہ میں آلودہ ہوتا ہے تو اس کا میل روح پر بھی آتا ہے اگر بندہ کفر پر مر جائے تو اس کی روح بھی مر جاتی ہے روح کی موت کا معنی یہ ہے کہ روح کی استعداد ختم ہو جاتی ہے، ورنہ روح کی موت یا بدن کی موت فنا کا نام نہیں روح کی موت یہ ہے کہ وہ اللہ کریم کی رحمت سے محروم ہو جائے ورنہ دنیا سے چلے جانا تو زندگی کے تسلسل کا ایک عمل ہے عرف عام میں جسے موت واقع ہونا کہا جاتا ہے، وہ دراصل اس عالم سے انتقال کر کے دوسرے عالم میں چلے جانا کا نام ہے۔

زندگی کے تسلسل میں ابتداء یہ تھی کہ روح عالم امر میں تھی اور اجزائے زمین پر بکھرے ہوئے تھے پھر وہ صلب پدر میں جمع ہو کے شکم مادر میں پہنچے، وجود بنا اللہ نے اس میں عالم امر سے روح بھیج دی پھر تبدیلیوں کے مراحل سے گزر کر وہ دار دنیا میں آ گیا، دنیا سے پھر اسے برزخ میں جانا ہے برزخ سے اس میدان حشر میں جانا ہے وہاں سے ابدالآباد کے ٹھکانے میں داخل ہونا ہے۔ تو انتقال ہو جانا اسی سفر کے تسلسل کی ایک کڑی ہے یہ فنا نہیں، بلکہ موت ایسی صبح کا نام ہے جسکا دن کبھی ختم نہ ہوگا۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

روح کی حیات اس میں ہے کہ بندے کو اللہ کے نبی علیہ السلام

ﷺ پر ایمان لانے سے بیک آن نصیب ہوگئی تھی انہوں نے جو کام اس یقین محکم سے انجام دیا وہ اپنے نتائج دیتا چلا گیا۔ آج مسلمان کی سب سے بڑی کمزوری یقین میں کمی ہے یقین ایک ٹھوس حقیقت کا نام ہے یقین بے لچک ہوتا ہے اور آج کے مسلمان کا یقین لچکدار ہے اس میں کئی گنجائشیں نکل آتی ہیں اور ایسا لچکدار یقین کفر سے دبتا ہے۔ شک کو راہ دیتا ہے اور انسان کو استقامت دین سے دور رکھتا ہے۔ اسی لئے آج اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کی بات بتائی جاتی ہے پھر کوئی شخص اس کے خلاف کوئی فضول سی بات کر دیتا ہے اور مسلمان اس کی بات کو اہمیت دے کر اسے زیر بحث لاتے ہیں۔ اس کا کہا مسلمان کے دل میں شبہ پیدا کر دیتا ہے۔ ایسے فضول لوگوں کی فضول باتوں کو اہمیت اس لئے دیتے ہیں کہ کسی کے کہنے سے ہمارے دل میں شبہ اور شک پیدا ہو جاتا ہے اور یہی بہت بڑی کمزوری ہے۔ مسلمان کے دل میں جب اللہ کی بات کا یقین ہو نبی کریم ﷺ کے بتانے پر اعتماد ہو تو پھر کسی کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ سو ذکر اللہ کی اللہ اللہ کرنے کی اللہ کے نام کی برکت یہ ہے کہ بندے کا یقین و ایمان مضبوط ہوتا جائے دل میں اللہ بس جائے اللہ کے نام کی برکت سے دل ایک مضبوط قلعہ بن جائے پھر قلعے پر کوئی مٹی کے ڈھیلے پھینکتا رہے تو اس پر غور کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور اگر قلعہ ہی ہوائی ہو تو جو کنکر بھی کوئی پھینکے گا سب ہی لگیں گے لہذا اپنے آپ کو مضبوط کریں اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے علاوہ کسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں جو اللہ کی بات بتائے اللہ کے نبی ﷺ کی بات بتائے کوئی آئمہ دین کی متقدمین محدث و فقیہہ کی بات بتائے تو اس کی بات اس لئے سننے کے قابل ہے کہ وہ اللہ کی بات ہے اور بتانے والے کی حیثیت اللہ کی بات بتاتے والے کی ہے۔ اور یہ لازمی اور ضروری ہے اور اس کام کے لیئے یقین محکم پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آج کے عہد میں اکیلا صدام حسین اس یقین کی مثال ہے اس بندے میں کتنا یقین ہے، اس نے کہا کہ اگر موت آگئی ہے تو یہ اللہ کی طرف سے اب گھبرانے کی کیا بات ہے اور اس نے عملاً اسے ثابت بھی کر دیا کس عزم کس حوصلے کے ساتھ مردانہ وار دار پر جھول گیا وہ نہ صوفی تھا نہ اس نے مراقبے کیے تھے اسے اللہ نے راہ حق میں ڈٹ جانے سے وہ یقین عطا کر دیا کہ اسے بھی پیشکش کی گئی کہ ملک سے باہر چلے جاؤ امریکہ سے سمجھوتہ کر لو۔ بہت کچھ یقین دہانیاں کرائی گئیں اس نے کفر اور اسلام میں سمجھوتہ نہیں کیا اس نے کہا میں یہیں مروں گا اور یہیں دفن ہو جاؤں گا۔ کفر کی ساری پیشکشیں ٹھکرا دیں اور کفر کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیے اور ایک بندے کے یقین سے اس عہد کی تاریخ کو بدل دیا اور کفر کو اپنے منصوبوں میں شکست ہوئی۔ اس شخص نے اپنے نام کی لاج رکھ لی۔ حضرت حسینؓ کی استقامت سے کوئی ذرہ اسے بھی نصیب ہوا ان کی قربانی منفرد اور ان کی اپنی شان کے مطابق تھی لیکن اس راستے پر چلنے والوں کے لئے استقامت کا کوہ گراں بن کر رہ نمائی کا حق ادا کر گئے۔ حضرت حسینؓ اور یزید کے درمیان کفر اور اسلام کی جنگ نہیں تھی نہ کسی نے نئے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا نہ قرآن وسنت میں نمازوں عقائد میں تبدیلی کی تھی لیکن ایک بہت بڑی بات در آئی تھی کہ یزید نے فروعات میں ہی سہی لیکن اپنی رائے کو اہمیت دے دی تھی اور حضرت حسینؓ کی دور بین نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس رویے کو آج برداشت کیا گیا تو کل اور آئندہ آنے والے زمانے اسی راستے سے دین میں خود رائی کا زہر پھیلائیں گے ہمارے لئے فروعات میں اپنی رائے کو اہمیت دینا معمولی بات ہے لیکن جاننے والوں کے لئے یہ بڑی بات تھی انہوں نے آپ ﷺ کے دین کی جزئیات و فروعات تک کی حفاظت کا حق ادا کر دیا اور ایک ایک سنت رسول ﷺ کی حفاظت کے لئے پورا خاندان نبوت قربان کر دیا۔

آج ہمارے پاس اللہ کے دین کو دینے کے لئے کچھ نہیں آج کا عہد تہی دامن لوگوں کا عہد ہے۔ ہمارے پاس ہے کیا؟ ہم دین سے نا آشنا لوگ ہیں ہماری اولاد خود ہم سے نا آشنا ہے ہم کچھ اور کہتے اور کچھ اور کرتے ہیں۔ اس عہد کے افراد کے ساتھ نہ اولاد ہے نہ ازواج ہم اتنے تہی دامن ہیں ہم نے دین کے لئے کیا قربان کرنا ہے؟ ایک ہمارا نفس ہمارے پاس ہے بس اسی کو پالتے رہتے ہیں۔ ایک ہی علاج ہے شکوک اور وسوسوں کا راستہ چھوڑ دیں پورے یقین کے ساتھ اپنے اللہ سے وفا کیجئے اپنے نبی ﷺ سے وفا کیجئے آپ اللہ کے ہو جائیں گے تو سب کچھ آپ کا ہو جائے گا یہی ایک آسان حل ہے اور واحد قاعدہ ہے جس سے سب سنور جاتا ہے۔ اللہ کریم توفیق دے۔

حضرت جیؒ نے ایک چھوٹا سا پودا لگا دیا تھا اب روئے زمین پر پھیل رہا ہے انٹرنیٹ پر صبح شام ذکر ہوتا ہے دنیا بھر کے لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے اللہ اللہ کر رہے ہوتے ہیں یہ اسی کی عطا ہے وہ خود کر رہا ہے جو قلوب اسکی طرف متوجہ ہو رہے ہیں انہیں آشنا کرتا جا رہا ہے ہمارے ذمے اپنے حصے کی محنت ہے جو اسکی توفیق سے کرنا ضروری ہے اس کے لئے اپنے اوقات میں دین کو اولیت دیں اور اخوت کو نہ بھولیں۔ اسباب ظاہری اختیار کرنا لازم ہے کبھی ترک سبب نہ کریں دنیا عالم اسباب ہے یہاں اسباب ظاہری اختیار کرنا از بس لازم ہے جائز اور حلال وسائل بھرپور طریقے سے اختیار کریں محتاج بن کر نہ رہیں خود کو دوسروں کی مدد کرنے والا ثابت کریں، چندہ لیکر زندہ رہنا، مانگ کر زندہ رہنا اسلام نہیں اسلام کے خلاف ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد پاک ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ لینے والا ہاتھ ہے اپنے لئے اللہ سے مدد مانگیں کام محنت سے کریں اور اس قابل بنیں کہ دوسروں کی مدد کر سکیں۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائے آمین۔۔۔۔۔☆☆☆☆۔۔۔۔۔

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆......فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی حاجی محمد رفیق خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

☆......عبدالحکیم سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد ذوالقرنین کی نانی اماں انتقال کر گئی ہیں۔

☆......مظفر گڑھ (حاجی واہ) کے ساتھی محمد رفیق انتقال کر گئے ہیں۔

☆......مظفر گڑھ (چوک منڈا) کے ساتھی محمد ریاض چیمہ کی والدہ وفات پا گئی ہیں۔

☆......اسلام آباد کے ساتھی محمد سلیم گکھڑ کے والد وفات پا گئے ہیں۔

☆......سلسلہ عالیہ کے ساتھی پروفیسر محمد ایوب جہلمی کا جواں سال بیٹا خالق حقیقی سے جا ملا ہے۔

☆......گوجرہ چک نمبر (56 ج ب)۔

☆......سیالکوٹ (سمڑیال) کے ساتھی محمد عباس کے والدین۔

☆......لاہور کے ساتھی ماسٹر واجد علی

☆......نوشہرہ کے صاحب مجاز ساتھی عبداللہ جان کی ہمشیرہ

☆......ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ساتھی ذیشان امجد کے والد ماسٹر محمد امجد

اللہ تعالی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

اسلام محبتوں کا دین ہے!

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال، ماہانہ اجتماع 3 مئی 2005ء 31-07

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

دین اسلام اول و آخر محبتوں کا دین ہے اور محبت ہی ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو ضابطے قاعدے اور اصول سکھاتا ہے۔ جبر سے جو کام لیا جاتا ہے اس میں مجبور جو ہوتا ہے وہ ایک حد تک ہی اطاعت کرتا ہے۔ جہاں اسے موقع ملتا ہے وہ نافرمانی سے نہیں چوکتا۔ سستی کرتا ہے کوتاہی کرتا ہے لیکن جو کام محبت کرواتی ہے اس میں کسی پہرے دار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کسی چوکیدار کی، کسی دیکھنے والے کی، کسی رعب ڈالنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بندہ اپنے آپ سے اور پورے خلوص سے اور پوری دل جمی سے وہ کام کرتا ہے اور اسے بہترین طریقے سے کرنا چاہتا ہے چونکہ وہ خود اپنی محبت سے کر رہا ہوتا ہے۔ تو بنیاد اللہ سے محبت پر ہے اللہ کی محبت ہے کیا؟ کوئی اللہ سے محبت کیسے کرے؟ جس کی کوئی مثال نہیں جسے وہ دیکھ نہیں سکتا، چھو نہیں سکتا۔ کسی طرح انسانی دماغ میں ذات باری کا کوئی تصور آ نہیں سکتا ان سب چیزوں سے وہ بالاتر ہے۔ انسان عادی ہے زندگی بھر محسوس چیزوں سے محبت کرنے کا۔ کچھ چیزیں اسے اچھی لگتی ہیں ان سے وہ محبت کرتا ہے۔ کچھ چیزیں اسے پسند نہیں آتیں ان سے محبت نہیں کرتا۔ کچھ زیادہ ناپسند ہوتی ہیں ان سے نفرت کرتا ہے۔ اب ایک غیر محسوس ہستی سے جو نہ نظر آئے نہ محسوس کی جا سکے۔ نہ اسکے بارے کوئی تصور ہی بنایا جا سکے۔ کسی طرح وہ ہمارے علم و عقل میں اور خرد و ہوش میں آئے ہی نہیں تو کیسے محبت کی جائے۔

اس کے دو طریقے ہیں بندے میں وہ حوصلہ ہی نہیں کہ اللہ سے محبت کر سکے۔ ہوتا یہ ہے کہ یحبھم و یحبونہ جن سے وہ محبت کرتا ہے جواباً ان کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ بندے سے سخت محبت کرنے لگے۔ بندے کی سمجھ میں تو نہیں آتا کہ کیسے کرے لیکن اگر اللہ اس سے محبت کرنے لگے تو اس کے دل میں جواباً محبت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کیوں محبت کرنے لگے گا۔ کیا ضرورت ہے اس کو کہ مشت غبار سے محبت کرے۔ ایک ادنیٰ سی مخلوق سے پیار کرے۔ اللہ کریم نے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہر ادا کو اپنی محبت کی دلیل بتایا ہے۔ اب جو بندہ بھی خلوص دل سے نبی کریم ﷺ کی اداؤں کو اپنا لے۔ اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور اس نے اعلان فرمایا۔ اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو بتا دو ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اگر تم اللہ کی محبت کے طالب ہو تو پھر میری پیروی کرو، میرا اتباع کرو، میرے نقشِ قدم پر چلو، یحبونہ، پھر اس کی محبت اتنی شدید ہوتی ہے کہ جواباً اللہ کی محبت میں بندے کو مبتلا کر دیتی ہے۔ اسے نظر نہیں آتا لیکن وہ دیکھ رہا ہوتا ہے اسے محسوس نہیں ہوتا لیکن وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے، یہی تو مزہ ہے

ہے دیکھنے کا شوق تو آنکھوں کو بند کرے

ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

تو جب وہ محبت کرتا ہے بندے سے تو بندہ دیکھی ہوئی چیزوں سے زیادہ اس کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا آسان طریقہ کیا

ﷺ . اگر یہ جرات اتنی ہمت پیدا نہ کر سکے تو یہ یقین تو کم از کم لازمی ہے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ مقام احسان تو یہ ہے کہ تو خود کو اللہ کے روبرو پائے اللہ کو تو دیکھ رہا ہے۔ آگہی نا بات نہیں دیکھ سکتا مگر دیکھ رہا ہے۔ یعنی اتنا قرب الٰہی کو محسوس کرے کہ گویا اللہ روبرو ہے۔ اب اگر اتنی ہمت نہ ہو تو پھر یہ یقین تو کامل ہو کہ فـــانـــہ یراک کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے میں اس کے سامنے کھڑا ہوں۔ ان اللـہ یحب المحسنین . کسی کو درجہ احسان نصیب ہو جائے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور جب اللہ اس سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ یہ تو دو راستے ہیں اور دونوں بڑے واضح ہیں ان میں کوئی ابہام نہیں ورنہ تو یہ بڑا مشکل سوال نظر آتا ہے کہ جب بندہ سوال کرتا ہے کہ جی آپ کہتے ہیں اللہ سے محبت کرو اللہ سے کیسے محبت کروں۔ اللہ نظر نہیں آتا اللہ محسوس نہیں ہوتا اللہ کو سوچا نہیں جا سکتا۔ کیسے محبت کروں اللہ سے، کتنا آسان راستہ ہے۔

کسی یکجائی سے اب عہد غلامی کرلو

اور ملت احمد مرسل ؐ کو مقامی کرلو

حضور ﷺ کی ادائیں اپنالو بس سادہ سی بات ہے۔ حضور ﷺ کے ایک ارشاد عالی کا مفہوم ہے کہ زندگی میں کسی کی ایک تسبیح قبول ہوگئی ۔ سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر چھوٹے سے چھوٹی ایک تسبیح قبول ہوگئی اس کی نجات کے لئے کافی ہے ہم زندگی بھر سارا دن تلاوت بھی کرتے ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں پھر ہمیں کیوں یقین نہیں ہوتا کہ میری نجات ہوگی۔ تو نماز کے بڑے بڑے ڈھیروں پر بخشش نہیں ہے۔ عبادت کے بڑے بڑے پہاڑوں پر بخشش نہیں ہے بخشش اس کی پسند پہ ہے کہ کوئی ایک ادا پسند آگئی۔ اس لئے نہیں کہ ہم مسلمان ہیں شرم آتی ہے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ حرام نہیں کھانا چاہیے۔ فلاں کے بیٹے فلاں کے مرید ہیں۔ فلاں کے دوست ہیں لوگ کیا کہیں گے۔ ارے یہ لوگوں کو اور رسومات کو اور رواج کو چھوڑ کر اس سے بالکل الگ ہو کر تنہا کھڑے ہو کوئی یہ سوچے کہ مجھے وہ کرنا ہے جو آقا ﷺ نے حکم دیا ہے۔ میری اور کوئی غرض نہیں۔ میری غرض صرف نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہے بس بات ختم۔ کوئی مجھے اچھا کہے گا کوئی مجھے برا کہے گا اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ لوگ کیا کہیں گے۔ مجھے لوگوں سے کچھ لینا دینا نہیں۔ نفع نقصان کیا ہوگا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ مجھے کرنا ویسا ہے جیسا محمد رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ ان سارے الم غلم کو چھوڑ کر اپنی ذات کو لیکر اور سامنے محمد رسول ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو رکھ کر دو قدم چل کر دیکھیے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے کہ نہیں۔ ان باتوں کو چھوڑ دیں نا میں مسجد میں بیٹھا ہوں میں اجتماع میں ہوں میرے سامنے فلاں بزرگ ہیں۔ میرے ساتھ۔ چھوڑ دیں کچھ بھی نہیں میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں کہیں بھی ہوں۔ مجھے کوئی برا کہے مجھے کوئی سولی پہ لٹکا دے۔ مجھے کوئی نیک کہے کوئی میرے ہاتھ چومے۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں زندگی میں آپ ﷺ کی ادائیں اپنالوں بس بات ختم مجھے اور کوئی غرض نہیں۔ لوگ اچھا کہیں برا کہیں برا کہیں قید کردیں قید کردیں۔ سولی پہ لٹکا دیں لٹکا دیں۔ زندہ رہیں زندہ رہوں گا مار دیں مر جاؤں گا کوئی غرض نہیں ہے صرف ایک غرض ہے پورے خلوص سے کہ میں حضور ﷺ کی ادائیں اپنالوں۔ کوئی کر کے دیکھے محبت الٰہی نصیب ہو جائے گی۔ یغفر لکم ذنوبکم . جو برائیاں کر چکے ہو وہ بھی معاف کر دوں گا۔ جو گناہ ہو چکے ہیں وہ بھول جاؤ۔ معاف کردے گا تو محبت الٰہی تو آسان کام ہے۔ مشکل اگر ہے تو اپنے آپ میں اپنے گرد جو بکھیڑے ذاتی بنا رکھے ہیں ان سے نکلنا مشکل ہے بس اس سے انا مجروح ہوتی ہے۔ ہر بندے کے دل میں ہے میں بھی کچھ ہوں۔ جو میری حیثیت کہاں گئی۔ بس جب

ہے!

مشکوٰۃ شریف کی شرح میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ ہوتا تھا اس نے حلیہ، بالوں کی تراش داڑھی کی تراش خراش لباس ایک دوشاخی لاٹھی سارا اس نے حلیہ موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا بنایا ہوا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی زبان مبارک میں لکنت تھی وہ جان بوجھ کر توتلی باتیں کر کے موسیٰ بن کے فرعون کے دربار میں فرعون کو اور اہل دربار کو خوش کرتا اور ہنساتا تھا اور طنز کرتے تھے موسیٰ علیہ السلام پر جس دن فرعون اور لشکر فرعون غرق ہوا تو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کنارے پر کھڑے دیکھ رہے تھے تو سارا لشکر غرق آب ہو گیا لیکن وہ مسخرہ کنارے پر کھڑا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی بار الہٰ یہ تو میرے لئے بہت ایذا دینے والا شخص تھا اور میرا تمسخر اڑاتا تھا تو آپ نے اسے بچا لیا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ نقلی سہی لیکن موسیٰ بنا ہوا تھا۔ اس نقل کو بھی میں نے فرعون کے ساتھ غرق کرنا گوارا نہیں کیا۔ یہ اپنا عذاب الگ بھگت لے گا۔ لیکن فرعون اور آل فرعون کے ساتھ اسے غرق کرنا میری غیرت نے گوارا نہیں کیا۔ ایک حدیث ہے مشکوٰۃ شریف میں **من تشبہ بقوم فھو منھم**۔ اس کی شرح میں یہ واقعہ لکھا گیا ہے کہ جو بھی جس قوم کی مشابہت اختیار کریگا میدان حشر میں اس کے ساتھ اسے کھڑا کیا جائے گا۔ اب کوئی رواجاً نہیں رسماً نہیں عادتاً نہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور باپ دادا یہ کام کرتا ہے ہم نے بھی کرنا ہے اس طرح نہیں۔ سوچ سمجھ کر جانچ پرکھ کر پوچھ کر پڑھ کر جان کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کونسا کام کس طرح کرتے تھے۔ میں بھی پورے خلوص دل سے اس طرح کروں اگر کوئی یہ رویہ اختیار کر لے تو اسے محبت الٰہی نصیب ہو جاتی ہے اور جب اللہ اسے محبوب بناتا ہے تو از خود اسے اللہ سے محبت ہو جاتی ہے ایک راستہ یہ ہے۔

دوسرا راستہ ہے محبت الٰہی کا آسان فوری جس میں ایک لمحہ لگتا ہے ایک آن لگتی ہے وہ ہیں برکات نبوت ﷺ آقا نامدار ﷺ سے کیفیات و برکات تقسیم ہوئیں وہ ایک لمحہ لگتا ہے فرمایا **کنتم اعداءً** تم تو سارے لوگ دشمن تھے ملک ملکوں کے دشمن تھے قومیں قوموں کی دشمن تھیں۔ بھائی بھائیوں کے دشمن تھے۔ دوست دوستوں کے دشمن، کوئی کسی کا دوست نہیں تھا۔ سب ہی دشمن تھے سب ہی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والے تھے **فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمه اخوانا** آن کی آن میں تمہارے دلوں میں محبت بھر دی اور آن کی آن میں کایا پلٹ گئی اور تم بھائی بھائی ہو گئے۔ یہ ہیں فیضان نبوت، برکات نبوت، نور نبوت، برکات نبوت دل میں در آئیں تو محبت کے چشمے ابل پڑتے ہیں۔ **فالف بین قلوبکم**. تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور وہ الفت۔ خالق سے بھی اب محبت ہو جاتی ہے مخلوق سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔ دنیا کی محبت بھی رہتی ہے آخرت کی محبت بھی ہو جاتی ہے اور ایمان کی تو دلیل یہ ہے کہ جو فرمایا **والذین امنو اشد حبا للّٰہ** . ایمان کی دلیل یہ ہے کہ مومن سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتا ہے۔ محبتیں اور بھی کرتا ہے اولاد سے محبت ہوتی ہے مال سے محبت ہوتی ہے، جان سے محبت ہوتی ہے، دوستوں سے محبت ہوتی ہے لیکن جب بات اللہ کی آئے تو سب کچھ قربان کر دیتا ہے اللہ کی محبت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ **والذین امنو اشد حباً للّٰہ** بہت شدید محبت جو ہوتی ہے وہ اللہ کی ہوتی ہے اس پہ سب کچھ نچھاور ضرور کر دیتا ہے۔ ساری محبتیں قربان کر دیتا ہے اور یہ محبت الٰہی ہی اسلام ہے اور یہ دین ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں محسنین کہا گیا احسان کیا ہے؟ مالاحسان یارسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ.

تو اللہ کی عبادت کرے جیسے وہ تیرے روبرو ہے تو اسے دیکھ رہا ہے **فان لم تکن تراہ فانہ یراک او کما قال رسول اللّٰہ**

تک یہ میں اور میری ہے تب تک دوسری بات نہیں بنتی ۔ یہ میں میری میرے مجھے کیا کہیں گے میرا کیا ہوگا یہ باتیں نکل جائیں ۔ الگ تھلگ ، یک وتنہا ہو کر صرف ایک کام کرے کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں کو اپنانا ہے ۔کوئی ایک قدم اٹھائے تو اللہ بڑھ کر اسے اپنی محبت سے نواز دے گا ۔ یا پھر کوئی ایسا خوش نصیب ہو کر جسے وہ محبتیں نصیب ہو جائیں جو قلب اطہر ﷺ سے قلوب مومنین کو نصیب ہوتی ہیں ۔

فالف بین قلوبکم تمہارے دلوں کو الفت سے بھر دیا۔دو ہی طریقے ہیں اور اگر دونوں نصیب ہو جائیں ۔ بندہ حضور علیہ السلام کی ادائیں بھی اپنا لے اور برکات نبوت ﷺ صدری طریقے سے بھی سینہ بسینہ بھی نصیب ہو جائیں تو نور علیٰ نور ہو گیا اور سب سے بڑا بدنصیب وہ ہے جو یہ دونوں دوائیں کھالے اور اسے پھر بھی شفا نہ ہو۔سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے ۔مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اہل اللہ سے دوری یا کسی ولی کو نہ سمجھنا یا کسی ولی کا احترام نہ کرنا یہ کوئی باعث کفر نہیں ہے ماننا نبی کو فرض ہے کوئی ولی کا ماننا فرض نہیں ہے ۔ یہ کوئی کفر نہیں ہے لیکن فرماتے ہیں ایسے لوگ مرتے عموماً کفر ہی پر ہیں اہل اللہ سے دوری آہستہ آہستہ ایمان سے بھی خالی کر دیتی ہے ۔مولانا لکھتے ہیں مرتے کفر پر ہی ہیں اگر چہ کفر نہیں ہے ۔تو یہ دونوں نسخے کھا کر بھی شفا نہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ بندے نے کوئی ایسا جرم کیا ہے کہ جسے اللہ معاف نہیں کرنا چاہتا ۔کوئی ایسی بد پرہیزی ہوئی ہے جس سے شفا ممکن نہیں ہے کہ ان میں سے دونوں نسخے جو ہیں وہ جان بچانے والے ہیں ۔ پہلا بھی دوسرا بھی اور جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو وہ بندہ بالکل اس کی صحت تو درست ہو جانی چاہیے ۔اس میں تو مر کر بھی زندگی باقی رہنی چاہیے اس کی تو قبر بھی زندہ رہنی چاہیے ۔یہی سلطان صاحب نے کہا تھا نا

نام فقیر تنہاندا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

بدن کی زندگی کا کیا ہے وہ حیات نصیب ہو تو بدن قبر میں ہو پھر بھی زندگی باقی ہو پھر بھی فیض جاری ہو۔ برکات نبوت ﷺ جاری ہوں ۔ پھر بھی اللہ کی مخلوق کو ہدایت نصیب ہو۔تو بظاہر یہ بڑا مشکل سوال ہے کہ جی اللہ سے محبت کیسے کریں ۔لیکن یہ بڑا آسان کام ہے ۔اور اس میں ساری مشکل یہ ہے کہ صرف اپنی انا کو چھوڑنا پڑتا ہے بس اپنا کچھ نہیں رہتا ۔ میں یہ ہوں میں وہ ہوں میں علامہ ہوں میں پیر ہوں ، میں نیک ہوں میں پارسا ہوں ، میں نے کہا یہ سارا کچھ چلا جاتا ہے ۔ بندہ کچھ نہیں رہتا میری یہ پسند ہے مجھے یہ ناپسند ہے وہ بھی چلا جاتا ہے ۔ کچھ نہیں رہتا ، اپنی پسند ایک ہی پسند رہ گئی جو حضور ﷺ کی ادا ہے وہ اپنانی ہے بات ختم ہو گئی ہے اور اس میں یہ اللہ فیضان صحبت بھی عطا کر دے تو نور علیٰ نور ہے۔

اور ایک میری بات یاد رکھیے گا الحمد اللہ ہم پر بہت بڑا اللہ کا احسان ہے ہم پر بہت بڑا فائدہ ہے ہمیں کہ ہم موروثی طور پر مسلمان ہیں لیکن اس کا ایک نقصان بھی ہے نقصان یہ ہے کہ ہر عمل ہم نے رسمی طور پر اپنا لیا ہے باپ دادا سے ہم مسلمان ہیں ہم ایسا کر رہے ہیں ۔ عمل میں وہ خلوص اور اس کی وہ اہمیت جو ہونی چاہیے وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے ۔ جن باتوں کی سمجھ نہیں ہے جاننے والوں سے اللہ اللہ کرنے والوں سے اہل علم سے پوچھتے رہو۔ایک ایک ادا کو پوچھو کہ حضور ﷺ کونسا کام کس طرح کرتے تھے ۔ میں بھی وہ کام اس طرح سے کروں اختیاری نہیں بے قراری سے پوچھو۔طلب بڑھ جائے کہ حضور ﷺ کی ادائیں اپنا لوں کسی ایک کی نقل تو ہو بہو ہو جائے ۔ شاید وہی ایک پسند آ جائے اور میں اس بارگاہ میں سرخرو ہو جاؤں ۔

اللہ کریم توفیق دے سوچنے سمجھنے جاننے کی علم عطا فرمائے توفیق عمل عطا فرمائے حضور ﷺ کی اور اپنی محبت میں زندہ رکھے اسی محبت پر زندگی کا خاتمہ ہو اور اس محبت پر یوم حشر کھڑا ہونا نصیب ہو۔

نماز میں خشوع کی اہمیت

(انور علی شاہ)

صوفی اور غیر صوفی میں فرق واضح کرتے ہوئے حضرت شیخ المکرم نے ایک بار فرمایا ''ایک آدمی اپنے وجود کو نماز کے لئے مصلے پر لے آتا ہے مگر اس کی روح متوجہ الی اللہ نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس صوفی اگرچہ اپنے وجود کو گھسیٹتا ہوا ہی نماز کے لئے مصلے تک لا سکے، اسے حضوری کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

کیا حالت نماز میں ہماری روح متوجہ الی اللہ ہوتی ہے؟ اللہ کریم کا ہم پر یہ احسان عظیم ہے کہ ہمیں سلسلہ عالیہ کی برکات نصیب ہوئیں۔ ان برکات کی بدولت اب فریضہ نماز بہتر انداز سے ادا ہوتا ہے۔ اگر ہم سلسلہ عالیہ میں آنے سے پہلے ادا شدہ نمازوں کا موازنہ ان نمازوں سے کریں جو سلسلہ کی برکات نصیب ہونے کے بعد پڑھیں تو فرق نظر آئے گا۔ یہاں ایک ولی کامل کا قول درج کرنے کے لائق ہے۔ جنہوں نے فرمایا ''جب مجھے یہ علم ہوا کہ کلام کرنا قلب کا فعل ہے تو میں نے اپنی بیس سال کی نمازیں لوٹائیں'' یہ وہ نمازیں تھیں جو حضوری کی کیفیت کے بغیر پڑھی گئیں، اس لئے کہ اہل اللہ کے پیش نظر ''جو دم غافل سو دم کافر'' کا اٹل اصول کارفرما ہوتا ہے۔

مسجد میں پرانے نمازیوں سے کبھی اس موضوع پر بات ہو تو وہ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ دوران نماز خیالات کی یلغار رہتی ہے۔ خیالات کی وجہ سے عدم توجہی پیدا ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو صورت حال ایسی ہو جاتی ہے کہ نماز کی نیت کرتے وقت تو حضوری کی کیفیت نصیب ہوتی ہے۔ ''پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی'' والا معاملہ ہوتا ہے۔ سلام پھیرتے وقت اچانک یاد آتا ہے کہ ہم حالت نماز میں تھے۔

مبتدی نمازیوں کو تو خیالات پریشان کرتے ہی ہیں، چالیس پچاس سال سے نماز پڑھنے والے پرانے نمازی بھی اس مرض میں مبتلا نظر آتے ہیں حتیٰ کہ امام حضرات بھی اس مرض سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ نہ صرف اپنی نماز خراب کرتے ہیں بلکہ مقتدی حضرات کی نماز سے بھی برباد کرتے ہیں۔ ایک بار ایک مجذوب کا گزر ایک مسجد کے پاس ہوا۔ نماز کا وقت تھا۔ اس نے مسجد میں نماز ادا کی اور امام صاحب سے ملا کہنے لگا ''میں نماز آپ کی اقتداء میں پڑھی۔ آپ نے نماز کی نیت کی۔ تھوڑی دیر تک آپ حالت نماز میں رہے اور پھر آپ گھوڑوں کے سوداگر کے ہاں پہنچ گئے۔ میں نے غریب ہاتھ باندھے آپ کے پیچھے کھڑا رہا۔ وہاں سے آپ بازار تشریف لے گئے اور کچھ خرید و فروخت کی۔ پھر آپ کچھ دیر کے لئے نماز میں واپس آئے۔ رکوع و سجود کیا اور پھر اپنے گھر پہنچ گئے۔ میں ہاتھ باندھے آپ کے پیچھے کھڑا تھا۔ پھر آپ نماز میں واپس آئے، اور سلام پھیر دیا۔ یہ کیسی نماز تھی جس میں آپ نے دنیا بھر کے کام نبٹا لئے''

مجذوب کی بات بجا' مگر امام صاحب متوجہ الی اللہ کیسے ہوں جب انہوں نے مکتب عشق سے درس نہیں لیا قلب کو اللہ کے لئے خالی نہیں کیا۔ برکات نبوی ﷺ سے اپنے سینے کو منور نہیں کیا۔ ان کی نماز میں خشوع کیسے پیدا ہو۔ اقبال نے کہا تھا:

شوق ترا اگر نہ ہو تیری نماز کا امام
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

اگر نماز میں خشوع نہ ہو، بندے کو اللہ کی بارگاہ میں حضوری نصیب نہ ہو اور نماز برکات و کیفیات سے خالی ہو تو وہ ایسی ہی نماز ہوتی ہے جس کا ذکر مذکورہ حکایت میں کیا گیا۔

خشوع کیا ہوتا ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس موضوع پر رقم طراز ہیں ''قرآن و سنت میں جہاں خشوع کی ترغیب مذکورہ ہے اس سے مراد وہ قلبی سکون و انکساری ہے جو اللہ کی عظمت اور اس کے سامنے اپنی حقارت کے علم سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں اطاعت آسان ہو

جاتی ہے۔ کبھی اس کے آثار بین پر بھی ظاہر ہونے لگتے ہیں کہ وہ باادب متواضع اور شکستہ قلب نظر آتا ہے۔ اگر دل میں خوف خدا اور تواضع نہ ہو تو خواہ وہ ظاہر میں کتنا ہی باادب اور متواضع نظر آئے وہ خشوع کا حامل نہیں
۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ نماز تو صرف تمسکن اور تواضع ہی ہے۔ جس کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ جب تمسکن اور تواضع دل میں نہ ہو تو وہ نماز ہی نہیں۔ امام غزالی شافعیؒ نے فرمایا کہ خشوع کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ فاسد ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا ارشاد ہے کہ خشوع یہ ہے کہ اللہ نے جو تم پر فرض کیا ہے اسے ادا کرنے میں اللہ کے لئے قلب کو خالی کرلو۔

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہا نے خشوع کو شرط صلوٰۃ قرار نہیں دیا بلکہ اسے نماز کی روح قرار دینے کے باوجود صرف یہ مشروط کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت قلب کو حاضر کر کے اللہ کے لئے نماز کی نیت کرے۔ باقی نماز میں اگر خشوع حاصل نہ ہو تو اگرچہ اتنی نماز کا ثواب اسے نہیں ملے گا جتنے حصہ میں خشوع نہیں رہا۔ لیکن فقہ کی رو سے وہ تارک صلوٰۃ نہیں کہلائے گا۔

خشوع کیسے حاصل ہو؟ خشوع ایک باطنی کیفیت ہے۔ جو اہل اللہ کا شعبہ ہے۔ باطنی اقوال کی درستی کے لئے تزکیہ قلب ضروری ہے۔ اہل اللہ قلوب کو رزائل سے پاک کرتے ہیں۔ قلب کی جملہ بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ اس قلب کو سنوارتے ہیں جسے ہم نے صنم کدہ بنا رکھا ہے۔

تیرا دل تو ہے صنم آشنا　　تجھے کیا ملے گا نماز میں

صوفیاء اور اہل اللہ قلب کی صفائی کرتے ہیں۔ اس میں اللہ کا نور بھرتے ہیں۔ اور انعکاسی عمل کے ذریعے برکات نبوی انڈیلتے ہیں۔ صبح و شام ذکر الٰہی کی برکات سے قلب منور کرتے ہیں۔ علاج کے ساتھ پرہیز بھی بتاتے ہیں اور یوں قلب صحت مند ہو جاتا ہے۔ اس میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ کی عظمت و ہیبت کی پہچان نصیب ہو جاتی ہے۔ اور بوقت نماز یہ متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح اہل اللہ نے جو خشوع کی شرط یہ رکھی ہے کہ قلب اللہ کے لئے خالی ہو، پوری ہو جاتی ہے، وساوس پھر بھی آتے ہیں، مگر وساوس سے گھبرانا نہیں چاہیے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قلب سے شیطان کو نکال دیا گیا اور اب وہ مختلف حربے استعمال کر کے نمازی کو پریشان کر رہا ہے۔

ایک بار حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنی قیمتی اشیاء یعنی سونا چاندی وغیرہ کسی جگہ زمین میں چھپائی تھیں مگر اب وہ جگہ بھول چکا ہوں۔ کیا کروں؟ آپؒ نے فرمایا نماز ادا کرو کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا حضرت میرا دفینہ مل گیا۔ آپؒ نے فرمایا مجھے علم تھا کہ شیطان تمہیں نماز کی فیوض و برکات سے محروم کرنے اور تمہاری توجہ نماز سے ہٹانے کے لئے تمہیں دفینہ کی جگہ یاد دلائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

مزہ تو تب ہے کہ نمازی کی جبین نیاز سے سجدے تڑپ رہے ہوں وہ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کے لئے بے چین ہو کہ کب اذان کی آواز آئے اور وہ اپنے خالق سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے اس کی حمد و ثناء کے لئے اور اس کے محبوب ﷺ پر درود و سلام پیش کرنے کے لئے دنیا سے کٹ کر حاضر ہو۔ اسے درجہ احسان حاصل ہو اور اس کی نماز ایسی ہو جیسے حدیث جبرئیلؑ میں رسول ﷺ نے فرمایا "اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

کیا آپ اپنی نماز میں خشوع پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کی خواہش ہے کہ آپ کا قلب رزائل سے پاک ہو؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ نماز میں جی لگے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا قلب متوجہ الی اللہ ہو؟ چند روز کے لئے دارالعرفان منارہ ضلع چکوال تشریف لے کے جائیں اور خلوص نیت کے ساتھ اہل اللہ کی ذکر الٰہی کی محافل میں شریک ہو جائیں انشاء اللہ آپ کا کام بن جائے گا۔ یہ آزمودہ نسخہ ہے جسے اپنے رب سے رشتہ جوڑنے اور تعلق باللہ قائم کرنے کی طلب ہو وہ یہاں آ جائے۔ اسے کیفیات نصیب ہوں گی جن کی بدولت نہ صرف نماز درست ہوگی بلکہ عقائد بھی درست ہو جائیں گے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے۔　---☆☆☆---

----☆☆☆----☆☆☆----☆☆☆----

کلامِ الٰہی کی حقانیت

م۔ش۔اویسی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت وعظمت کی نشانیاں کائنات کے ذرے ذرے سے عیاں ہیں اوراس ذات کبریا کی طرف سے بنی نوع انسان کی رہنمائی کیلئے نبی آخر الزماں سید نا محمد الرسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے کامل واکمل ضابطہ حیات قرآن حکیم کے آفاقی وسرمدی علوم ومصارف کی تابانی وضوفشانی عالم انسانیت کیلئے تا قیامت مشعلِ راہ اورنوید فلاح ہے۔

چند سال پیشتر سعودی حکومت نے اسلامی معارف اور جدید سائنسی تحقیقات واکتشافات کے حوالے سے ایک اعلیٰ سطحی عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں دنیا کے ممتاز ومعروف سکالرز، سائنسدانوں اورشعبہ طب کے عالمی شہرت یافتہ ماہرین کو مدعو کیا گیا، اس سیمینار میں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ کے میڈیکل کالج کے شعبہ اناٹومی (قسم تشریح) کے پاکستانی نژاد انچارج پروفیسر ڈاکٹر نواب محمد خان نے انسانی تخلیق یعنی ایمبر یالوجی (Embryology) پر اپنا ریسرچ پیپر (تحقیقاتی مقالہ) پیش کیا اور قرآن مجید کی سورۃ مؤمنوں کی آیات 12 تا 14 کا ترجمہ اور تشریح بیان کی: (ترجمہ: ہم نے نے بنایا انسان کو چنی ہوئی مٹی سے، پھر ہم نے رکھا اس پانی کو بوند کر کے ایک ٹھکانے میں، پھر بنایا اس بوند سے جما ہوا خون، پھر بنائی اس جمے ہوئے خون سے گوشت کی بوٹی، پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں ، پھر پہنایا ان ہڈیوں کو گوشت، پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں'') پروفیسر صاحب موصوف نے ان آیات مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے وضاحت کی کہ انسانی تخلیق کے بارے میں سب سے پہلے جس کتاب نے آگاہی دی وہ قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ اس وقت تک میڈیکل سائنس ان رازوں سے ناآشنا تھی جو چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ کی لسانِ صدق سے ادا ہوئے۔ یہ سات انقلابات جس سے انسان اپنی تخلیق کے دوران گزرا، اس کا ایمبر یالوجی (علم تخلیق) کے طالب علم کو اب علم ہوا ہے۔ اس کانفرنس میں تھائی لینڈ کی چنگ ہائی یونیورسٹی کے شہرت یافتہ پروفیسر تاجا تاج بھی موجود تھے جن کا بدھ مذہب سے تعلق تھا انہیں معلومات سے بے حد حیرت ہوئی انہوں نے ازراہ تحقیق قرآن حکیم کی مذکورہ آیات کا انگریزی ترجمہ بغور پڑھا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ دوران کانفرنس کھڑے ہو کر قرآن پاک کے برحق ہونے کا اعلان کیا اور مسلمان ہو گئے۔ دیگر شرکائے کانفرنس نے بھی اس پر بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اس کانفرنس میں کینیڈا کی ایک ممتاز شخصیت پروفیسر کیتھ مور بھی موجود تھے۔ ان کی ایمبر یالوجی کے موضوع پر لکھی ہوئی کتاب کا علمی حلقوں میں خاصا چرچا وشہرہ ہے۔ جینونِ مادر کے تخلیقی مراحل کے بارے میں جب قرآن حکیم کے فرمودات انکے علم میں آئے تو انہوں نے بھی اس پر بڑی حیرت کا اظہار کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ قرآن کریم کو تم پرانی کتاب کہتے ہو مگر اس میں ہمارے مضمون کے متعلق جدید معلومات ہیں۔ جب اس نے انسان کی پیدائش کے ابتدائی مراحل کے متعلق پڑھا جن مراحل کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے تو وہ بڑا حیران ہوا کیونکہ یہ مراحل ہماری آنکھ تو نہیں دیکھ سکتی ان کو دیکھنے کے لئے خوردبین چاہیے جو صرف دوسو سال پہلے کی ایجاد ہے۔ تو پیدائش کے مراحل کیسے پتہ چلا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے تو خوردبین کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ ڈاکٹر کیتھ مور کو لفظ علقہ نے

بہت پریشان کیا اس نے اسے سمجھنے کے لئے ڈکشنریاں دیکھیں پھر میوزیم میں جا کر اس کی شکل دیکھی تو اسی طرح یعنی جس طرح قرآن کریم نے بتائی۔ ان سب مشاہدات نے پروفیسر کیتھ مور کو مجبور کیا کہ وہ اپنی کتاب کو قرآن کریم کے بتائے ہوئے خاکہ کے مطابق تبدیل کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب کا نیا ایڈیشن چھاپا جس کا نام The Developing Human With Islamic Edition رکھا۔

جب پروفیسر کیتھ مور کانفرنس سے فارغ ہو کر کینیڈا پہنچے تو انہوں نے قرآن کریم کے ان الفاظ کو جو چودہ سو سال پہلے بتائے گئے تھے اپنے تمام دوستوں کو بتایا۔ پریس کانفرنس کی اور اعلان کیا کہ پرانی کتاب سے ہمیں حیران کن معلومات ملیں۔ اور اس کا یہ اعلان کہ "قرآن کریم الہامی کتاب ہے" کئی اخبارات میں شائع ہوا۔ اس کانفرنس میں قرآن اور سائنسی انکشافات کے موضوع پر عالمی شہرت و پذیرائی پانیوالی کتابوں کے مصنف، اور فرانس کے صف اول کے سرجن اور سائنسدان ڈاکٹر مورس بوکائے نے بھی خطاب کیا۔ جو متعدد عالمی سیمینار میں اس موضوع پر لیکچرز دے چکے ہیں، نیز ان کے مضامین ومقالات بین الاقوامی پرنٹ میڈیا کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ سعودی عرب میں منعقدہ مذکورہ سیمینار میں جدہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر نواب محمد خان نے اپنے دوسرے مقالہ میں سورۃ زمر کی آیت 6۔ (ترجمہ: اس نے تمہاری ماؤں کے رحم میں ایک حالت سے دوسری حالت میں تخلیق کیا، اور اس تمام عرصہ میں تاریکی کے تین پردے تمہیں گھیرے رہے۔) کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ ابتدائی زمانوں میں مفسرین کو اس بات کو سمجھانے میں دقت پیش آئی ہوگی، کیونکہ اس وقت اطباء وحکماء بچے کی ان تخلیق مراحل سے کما حقہ واقف نہ تھے۔ مگر آج "علم تخلیق"، یعنی ایمبریالوجی نے ان تاریک پردوں کو پوری طرح سے واضح کر دیا ہے، جو کہ قدرت الٰہی سے رحم مادر میں نشوونما پانے والے بچے کے بیرونی ماحول کی نقصان دہ چیزوں سے تحفظ کا ذریعہ ہیں۔ سب سے پہلا پردہ پیٹ کی دیوار ہے جو کئی تہوں پر مشتمل ہوتی ہے اور بچے کو باہر کی نقصان دہ شعاعوں سے بچانے کے کام آتی ہے۔ دوسرا پردہ رحم مادر کی دیوار اور تیسرا پردہ مشیما اور اسکی جھلیاں ہیں۔ بچہ ماں کے پیٹ میں نیند کی حالت میں ہوتا ہے، یہ تینوں پردے بچے کو اندھیرے میں رکھتے ہیں اور یہ قدرتی امر ہے کہ انسان سونے کیلئے اندھیرا پسند کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے تیسرے مقالہ کا موضوع سورۃ عبس کی آیت نمبر 20 تھی ثم السبیل یسرہ (ترجمہ: "پھر ہم نے تمہارے پیدائش کے راستہ کو آسان بنایا) چھ یا سات پونڈ کے بچے کی ولادت کا عمل سوئی کے ناکے سے ہاتھی گزارنے کا مصداق۔ اور قدرت الٰہی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عمل کو ممکن اور آسان بنانے کیلئے جسم میں خامرہ (Hormine) جسکا نام ری لکسن (Relaxin) ہے، اور دوسرا خامرہ (Oxitogin) پیدا فرمایا، جس سے ولادت کا عمل با آسانی ممکن ہو جاتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ نے مکہ میں اعلان نبوت اور دعوت اسلام کا آغاز فرمایا تو اسلام قبول کرنے والے خوش نصیبوں کی تعداد اتنی کم تھی کہ انہیں انگلیوں پہ گنا جا سکتا تھا، اور جنکا عموماً غریب یا درمیانے طبقہ سے تعلق تھا، یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ ان پر بڑی دیدہ دلیری سے طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے، جبکہ مسلمان مشرکین کے ساتھ مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھے اور کجا یہ امکان کہ مسلمان عنقریب اس دور کی عالمی سپر طاقت۔۔ روم پر غالب آجائیں گے؟ یہ امکان کسی کے خیال میں بھی نہ آ سکتا تھا لیکن انہی حالات میں قرآن حکیم کی سورت الروم نازل ہوتی ہے، جس کے ذریعے دنیا کی وسیع وعریض مملکت روم پر مسلمانوں کے غلبہ کی عظیم مگر بظاہر خلاف توقع خوشخبری سنائی جاتی ہے۔

کہاں چاروں طرف سے خون کے پیاسے دشمنوں میں گھری ہوئی مسلمانوں کی مختصر سی جماعت اور کہاں لاکھوں سپاہ کے لشکر جرار سے لیس روم جیسی وسیع وعریض سلطنت، لیکن بظاہر ایسے ناممکن اور نا قابل قیاس تناظر میں قرآن پاک نے مسلمانوں کے روم پر غلبہ کی عظیم پیشگوئی وخوشخبری اس کامل وثوق واعتماد کے ساتھ فرمائی کہ سورۃ الروم کا آغاز ہی "غلبت الروم" کے بلند بانگ الفاظ اور واضح اعلان کے ساتھ فرمایا گیا۔

نزول سورۃ الروم کے وقت بظاہر ناسازگار اور بعید الامکان زمینی حالات وحقائق کے باوجود دنیا نے دیکھ لیا کہ کچھ ہی عرصہ بعد ہزاروں مسلمانوں کے لشکر نے لاکھوں رومیوں کے لشکر جرار کو شکست دے کر روم پر غلبہ حاصل کرلیا۔ اور اس طرح بموجب فرمان الٰہی کتاب لاریب کی یہ پیشین گوئی بھی پوری ہوکر رہی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی علیہ الرحمتہ کے شہرہ آفاق جریدے "صدق جدید" (لکھنوء) میں "اہرام مصر کے کتبات سے قرآن کی شاہدی" کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں ممتاز ماہرین مصری آثار قدیمہ سی آئی سے ایڈورڈس کی کتاب The Pyrimid of Egypt (احرام مصر) اور Surpetive کی کتاب Life in Ancient Egypt Religious (مذہبی زندگی قدیم مصر میں) کے مستند حوالوں سے یہ ثبوت کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون نے اپنے عقیدہ کے مطابق اپنے میر تعمیر کے زیر اہتمام آسمان کے دیوتاؤں تک پہنچنے کیلئے آسمانی زینہ تیار کروا رکھا تھا۔ (فرعون خود کو دیوتاؤں کا اوتار بمعنی "خدا" ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔)

ماہرین فن کی ان تصریحات وتحقیقات کو ذہن میں رکھئے اور اسکے بعد ال کتاب (قرآن حکیم) کو کھول کر پڑھئے:۔

وقـــال فـــرعـــون.....الـــكـــاذبـيـن۔ (سورۃ القصص پ۲۰ آیت ۳۸)

("اور فرعون نے کہا کہ اے درباریو! مجھے تو اپنے سوا کوئی معبود تمہارا معلوم نہیں۔ تو اے ہامان میرے لئے مٹی کو آگ میں پکا، پھر میرے لئے ایک بلند عمارت بنا۔ تا کہ میں موسیٰ کے خدا کو جھانک دیکھوں، اور میں موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔")

فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ ودعوت توحید سے بہت جز بز ہوا، آخر میں اپنے درباریوں کے سامنے اپنے میر تعمیر سے یہ فرمائش کی، ذرا میرے لئے پکی اینٹوں کا ایک ایسا بلند مینار بناؤ۔ جس پر چڑھ کر ہم موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھیں،

اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوا ہے۔:

وقال فرعون۔۔۔۔۔کاذبا (سورۃ المومن پ۲۴ آیت ۶۸)

"اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت بنا، تا کہ میں آسمانوں کی راہوں تک پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو جھانک دیکھوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔"

عرب کا ایک امی اپنے ملک کی نہیں دوسرے ملک کی اور وہ بھی اپنے زمانے کی نہیں، سینکڑوں ہزار سال قبل کے متعلق اتنی باریک وجزئی تاریخی معلومات بھلا از خود رکھ سکتا تھا؟ اعجاز قرآنی پر استدلال اسکی فصاحت، بلاغت اور پیش خبریوں وغیرہ کے لحاظ سے برابر کیا ہی جاتا رہا ہے۔ اس خاص پہلو سے علمی استدلال اسکے اعجاز کا کیا کسی دوسرے سے کچھ ہوگا؟ اس نے غیر قوموں کے متعلق جو کچھ بھی کہہ دیا ہے۔ کتنی باریک جزئیات کی حد تک صحیح ومحکم ہی کہا ہے! ایسا کلام تو بس اسی کا ہوسکتا ہے۔ جس کے سامنے کوئی غیب سرے سے غیب ہی نہ ہو۔ ہر غیب کے لئے حضور ہی کے حکم میں ہو۔

ایک لفظ پر ذرا ابھی اور غور کرتے جایئے۔ سورۃ القصص والی آیت من کا بھی اضافہ ہے۔ آگ سے پکی ہوئی اینٹ کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ کچھ نہ کہا جاتا یا پتھر ہی کہا جاسکتا تھا۔ اور شاہی عمارتیں دنیا میں عموماً پتھر کی ہوتی ہی رہتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ دکھانا تھا کہ اس کلام عزیز

میں کوئی بات اٹکل پچو نہیں۔ مصری تمدن کی شہرت پتھر کے کام کی نہیں اینٹ ہی کے کام کی ہے۔ جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اور انسائیکلو پیڈیا سیلیکا وغیرہ میں صراحت موجود ہے۔ فرعون کی لاش: قرآن حکیم میں اعلان کیا گیا (ترجمہ "سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو، تا کہ تو اپنے پچھلوں کے واسطے نشانی ہو اور بے شک بہت سے لوگ ہماری قدرتوں پر توجہ نہیں دیتے") سورۃ یونس۔۹۲

قرآن کا یہ اعلان و فرمان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کی لاش کو بچا کر رکھنے کے بارے میں ہے جو حضرت موسیٰ کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے لاؤ لشکر سمیت دریائے نیل میں ڈوب کر ہلاک ہوا تھا۔ جس وقت قرآن نے یہ اعلان کیا اس وقت فرعون کے جسم کے بارے میں دنیا کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ لہذا یہ تاریخی حقیقت کے متعلق بظاہر ایک نہایت پر خطر بیان تھا۔ لیکن تقریباً چار ہزار برس بعد 1898ء میں اس فرعون کا مومیائی (حنوط) شدہ جسم حیرت انگیز طور پر مصر کے ایک احرام سے برآمد ہو گیا آج وہ قاہرہ کے قومی میوزیم میں مشاہدہ عام کیلئے موجود ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں حکومت مصر نے فرعونوں کے مردہ اجسام کے مطالعہ کیلئے دنیا کے ممتاز ماہرین اور سائنسدانوں کو مصر آنے کی دعوت دی، وہ فرعون کی حنوط شدہ لاشوں (ممیوں) کے مطالعہ اور کیمیکل پروسیس کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان میں سے ایک فرعون ایسا ہے جو پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوا تھا، یہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے زمانے کا فرعون میمی پاتھ (Memepath) تھا

یعنی چودہ سو برس قبل قرآن پاک فرعون کے ڈوبنے کا ذکر کرتا ہے تو یہ نہیں کہ ہم ضائع کرتے ہیں یا غرق کرتے ہیں تیرے بدن کو، بلکہ یہ کہتا ہے کہ نجات دیتے ہیں یا بچائے دیتے ہیں۔ اب کوئی اٹھ کر کہہ سکتا تھا کہ فرعون کا جسم اگر بچانے کا دعویٰ کیا تھا تو وہ کہاں ہے؟ انجیل میں بھی فرعون کے ڈوبنے کا واقعہ درج ہے، لیکن اس کے جسم کی حفاظت کا کوئی حوالہ نہیں رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی فرعون کے جسم کے بارے میں کچھ علم نہ تھا، تقریباً چودہ صدیوں تک مسلمانوں نے فرعون کے جسم کو جانے بغیر سورۃ یونس کی اس آیت پر ایمان رکھا، یہاں تک کہ ہمارے دور میں یہ بات چشم دید حقیقت بن گئی۔

الغرض قرآن حکیم ہمہ جہت اعجازی محاسن کا ایسا بحر بیکراں ہے، جس کی کوئی حد و نہایت نہیں، کلام الٰہی کی اعجازی شان ہمہ گیر، ہمہ جہت اور ہمہ صفت موصوف ہے۔ اس کا ہر اعجازی شعبہ از روئے اوصاف و خصوصیات کلام الٰہی ہونے کی روشن دلیل، اور اسے کلام بشر سے ممتاز و ممیّز کرنے والا ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

کتنا رحیم و کریم ہے ہمارا رب جس نے ہمیں اپنی سچی کتاب قرآن پاک کی روشنی و رہنمائی عطا فرمائی، اور نبی آخر الزماں ﷺ کا امتی بنایا، کیوں نہ ہم اسکی بارگاہ عالی میں سجدہ شکر بجا لائیں اور کیوں نہ اسکی رحمتوں اور نعمتوں کے گن گائیں، جس کے حضور ہمیں اپنی اس حیات چندروزہ کی کارگزاریوں کا کارڈ لیکر عنقریب حاضر ہونا ہے۔

سزا دینے والا جزا دینے والا　　وہ سارے دکھوں کی دوا دینے والا
وہ چاہے تو گلشن کو ویران کر دے　　وہ صحرا کو گلشن بنا دینے والا

نقائص کشف

کشف صحیح بلاشبہ اللہ کی نعمت ہے۔ مگر یہ قبولیت کی دلیل نہیں۔ مگر بعض کوتاہ اندیش لوگ اسے عنداللہ مقبولیت کی دلیل سمجھ کر محنت ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے کشف الٹا حجاب بن جاتا ہے۔ دوسرا نقص یہ ہوتا ہے کہ صاحب کشف اپنی طرف کمال کی نسبت کرنے لگتا ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص فائدے میں ہے اور محفوظ ہے جسے کشف نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اگر اس کے ذوق میں کمی آجائے تو وہ اپنی کمزوری سمجھتا ہے، اس لیے خود بینی سے محفوظ رہتا ہے۔ (امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان)

There is no concept of any bliss and blessing outside of this Deen. Every bliss, peace, blessing and reward has been placed in the fold of this Deen.

Religious knowledge is abundantly available everywhere. One finds men of God in every town, village and street, who explain the instructions of Shari'ah, day and night. How can one follow them sincerely? It is Allah's Zikr and company of the Shaikh that produce this sincerity! These gatherings and assemblies are meant to generate even greater sincerity. What can be a greater curse if Allah's Zikr and the company of the Shaikh develop hypocrisy, instead? What can be a greater crime if someone employs this blessing to exploit others? So, fear Allah! For the sake of God, at least keep this blessing pure. May Allah's curse and wrath be on those who employ Kashf to extract money from people and to establish their personal greatness. They will certainly come to know, when at the time of death they will be asked 'what was this blessing meant for and where did you waste it?'

I can only pray to Allah-swt to guide and protect every one from this misconduct. May He guide those who are involved in this felony to repent! Sitting on the Pulpit here, I declare my total disassociation from those who don't abstain from this practice.

People ask from me as well, they consult me, too. I tell them, 'Order of the Shari'ah is like this. Remaining within its parameters, you can select what you consider best for you. Results are with Allah-swt.' Ahbab consult me about establishment of matrimonial relationships. I tell them, 'Shari'ah's advice in such matters is that one should enquire about the religious disposition of the person, as well as about his worldly status. Visit the family. If you like them, go ahead trusting Allah, otherwise drop the proposal.' This is a very simple and straight course. However, if the enquirer expects me to tell him that this is what my Kashf reveals, he is mistaken. Kashf is not meant for such affairs. Kashf is Prophetic light, which is meant to acquire greater guidance. It is a blessing from Allah-swt for developing greater sincerity in conduct and for attaining Allah's Pleasure. Who can be more unfortunate than the one who uses this blessing granted for earning Allah's Pleasure for inviting His wrath, instead? May Allah-swt grant us the ability to avoid such practices and may He bless us with even greater sincerity. Ameen!

and he has gobbled it up. It has caused me immense loss.' But, what is the use of writing to me now? Had you written to me earlier, when he was telling you to invest your money in a particular project, I would have told you that Kashf is not meant for advising you about your investments; it is rather meant for your self reformation. The procedures to deal with worldly affairs have already been defined by the Shari'ah, which has also explained all details regarding Halaal and Haraam, the permitted and the prohibited, and the desirable and the undesirable. A Muslim will have to attend to his worldly obligations, remaining within the parameters of Shari'ah, and in accordance with the principles laid down by the Shari'ah. What fruit may his effort bear? That depends upon Allah's Will and that's it!

No one's Kashf can introduce a new religion. To learn the rules of Shari'ah or to tell someone the correct way to fulfil a worldly obligation in the light of Shari'ah is indeed Deen, but to propagate one's personal opinion in the guise of Shari'ah is not Deen. It is a slander against Allah-swt! And only those people are involved in this business, who have heard about Kashf from others, they have no Kashf of their own! I know the person, about whom I have received this letter that he can't even discern what goes on in his own home. He and his wife look separate ways. How can a person who can't even know about his own household, possibly know about the circumstances and business affairs of others? Which type of Kashf tells him about it? I have reservations about the belief of those who trust the Kashf of such people as against the Commands of Allah-swt, instructions of the Holy Prophet-saaws and directions of Shari'ah. What have such people to do with Islam?

Islam denotes the instructions of the Holy Prophet-saaws, it signifies his sublime conduct and it represents his exalted morals. Islam denotes only that code, which was taught by the Holy Prophet-saaws. The excellence of Prophetic teaching is established by the fact that he expounded every detail of not only the Halaal and Haraam, but also the desirable and the undesirable and thus completed the religion. This completion has been confirmed by Allah-swt, 'This day I have completed the Deen for you, have perfected My Favours upon you, and have been pleased to assign Islam as your Deen.' Your Deen has been completed today. All blessings that a man can expect to obtain from the Lord of the Universe have been perfected in this Deen.

it is known as 'Istidraj' and leads to a loss in the Hereafter. If the Kashf is from Allah-swt, it will produce greater humbleness and sincerity in a person; he will develop hatred for sin and love for virtue, he will develop love for the Religion and his heart will crave for doing good. If, per chance, he happens to commit a mistake, he will feel its bitterness and will make greater effort to reform himself. Through Kashf, he will discern Divine greatness and will realise that greatness belongs only to Allah-swt, while he is nothing but an insignificant human being. The indication of Istidraj is that he will be dominated by the notion of his own greatness. He will start thinking that he has become a very great man and a grand saint. He will be overwhelmed by the thought of his piety. Thereafter, instead of talking about the Hereafter, virtuous deeds or adherence to the Deen, he will start telling people: 'You should not do this business but should instead do that business, because it has been thus commanded by Allah-swt for you; you will recover from your sickness with this medicine, it has been told to me by Hadhrat-rua.' 'I have been told 'this' by that saint from Danda Shah Bilawal, I have learnt 'this' in the Court of the Holy Prophet-saaws, while 'this' has been inspired to me directly by Allah-swt.' What is all this? It is nothing but concoction of lies against Allah, the Holy Prophet-saaws, righteous saints and the Deen of Allah, as a whole. It is this crime about which the Holy Quran has warned explicitly: Who can be a greater wrong-doer than the one who fabricates a lie against Allah?

I had to emphasise this point during our annual Convention. I have discussed it many times before. I think I have not assigned as much importance to any other topic in my talks as to the correction of this problem. Zikr and the company of a Shaikh may temporarily augment a seeker's capacity for Kashf and he may acquire Mushahidat, but if his Qalb is not sincere, Shaitan will immediately take over as his guide. Such a person will himself be misguided and will become a source of misguidance for others. They are deluded by their Kashf and keep misleading others. However, they keep doing all this separately and secretly, away from me. But after they sink their money in projects portrayed in their Kashf, they resort to writing long letters to me: 'He had told me that the Saint of Danda Shah Bilawal had instructed us not to invest in this business, but to invest in that business. I trusted him and invested my money

one can spiritually observe those realities during life, which a kafir confronts at death. A kafir will experience bitter regret on the Day of Resurrection when the realities are unfolded before him and he will cry out, "O Allah, Send me back to the world just for once and You will see how I obey You, worship You and strive in Your Way!" He will be told, 'Gone is that time! Your expression of belief, after having observed the reality is of no consequence.' Then, what should be the effect of Kashf? The effect of Kashf and Mushahidah is the development of greater submission and humility in worship. Realities of the Hereafter remain vivid in his view of a person blessed with Kashf, he pays serious attention to Nawafil besides Faraidh and keeps in mind the final consequence of his worldly dealings. Once I asked one of our elderly companions, who was blessed with Kashf, "How much Nafal Salah do you offer daily?" He replied, "Age has started telling upon me, I can't exert much. I can now offer only five hundred Rak'at Nawafil daily."

What was the reason for such a great effort? It was the realities of the Hereafter that remained vivid in his view and motivated him to undertake this endeavour. He could feel the Mercy, Blessing and Lights from Allah-swt, and enjoyed remaining busy in his effort. Linked with the Mushahidat is a fact that Shaitan also tries to make greater effort to delude such a person. He displays visions to a person blessed with Mushahidat and coaxes him to believe them. Of course he never discloses, 'I am Shaitan, trying to delude you,' but asserts that those visions are from Almighty Allah. In the same manner he had whispered to Prophet Adam-as, swearing by Allah and telling him that he must eat that fruit, "It has a wonderful effect. You will become angels and reside in Paradise forever." And they were thus deceived. The Holy Quran bears witness to this fact, 'And he swore before them that he was their well-wisher.' Their hearts were so clean and pure that they could never imagine that anyone could wrongfully swear by Allah, and thus they were deceived. When Shaitan displays images to a person with Kashf, he keeps whispering that these are from Allah-swt, and gives him full assurance. Those who are unlucky start following his whispers. The question is how to differentiate between right and wrong Kashf? How can one determine this is Kashf and that is deceit? The answer is that deceit is from Shaitan;

was a claimant of divinity. Can this be termed as a sign of Divine favour? Was Allah happy with them? No! In actual fact the provisions, health, and power have all been predestined and distributed. No one should be deluded by the fact that the abundance of his provisions is an indicator of Allah's pleasure, even while he is leading a sinful life. No, that is not correct! Allah's pleasure or displeasure is related to a man's belief and conduct. Allah points out that a person understands this fact only when the angles approach him to take his soul and ask him about those he had been worshipping beside Allah: 'It is today that you need their help and cooperation the most.' The one breathing his last exclaims, 'alas they have all vanished, nowhere to be seen!' Allah says, he is indirectly confessing his crime by this statement that all those he worshipped, have deserted him today. He is confessing that he did worship others beside Allah. He thus confesses his crime and becomes a witness to his own kufr.

I wish to highlight that even the worst kafir experiences Mushahidah when nearing death. However, no repentance is accepted at that time, because belief actually means faith in the unseen. Who won't believe after having seen the Angels, Heil, Paradise, and the Reward and Retribution of the Hereafter? Everyone will most certainly believe! Believing after seeing merits no credit. The basic requirement of Faith is to believe without seeing, because all these realities are beyond the comprehension of common believers and are Ghaib (hidden/unseen) for them. They believe in them because of their trust in the Holy Prophet-saaws...and this is the difference between a Momin and a kafir! Faith demands that one should trust the Holy Prophet-saaws more than one's personal observation. Faith denotes that sure belief and trust in the Holy Prophet-saaws that if a believer ever comes across something that appears to be in contrast with Prophetic saying, he should be sure that his observation can be faulty, while the reality is what the Holy Prophet-saaws had said!

When a person receives Prophetic blessings, they are accompanied by another blessing from Allah-swt, in the form of Mushahidah (spiritual observation). Mushahidah is a great favour of Allah-swt! With Prophetic blessings and beneficence,

The Reality of Kashf and Mushahidah (Spiritual Observation)

Translated Speech
of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar ul Irfan, Munara, Pakistan

Who can be a greater wrong-doer than the one who concocts a lie about Allah...

(7:37)

Deen is that straight Path which has been defined by Allah and explained by the Holy Prophet-saaws most simply, clearly and completely, and every man can know, understand and follow it very easily. The Holy Prophet-saaws also provided a practical example by following it himself. Now, if someone chooses a different way in his belief and conduct, leaving aside the path of the Holy Prophet-saaws, and also believes that he is doing good and following the Deen, he is, in reality, committing a great crime, as terrible as accusing Allah-swt. To classify as Deen, something which has not been classified as such by Allah, is equivalent to slandering Allah. What can be a greater crime, a more serious offence than to fabricate a lie against Allah, or to deny His Ayaat (Signs) or to invent a custom and classify it as Deen? All these actions are crimes of the same degree. However, Allah does not straiten the provisions of such criminals, nor does he deny them their food and drink. Therefore, people should not rest satisfied under the delusion that despite their crime, they are still being endowed with wealth and children, and their business is also prospering. Such phenomena have no correlation with the religion.

Religion denotes the establishment of relationship with Allah-swt, a relationship of love and obedience. Affluence is not linked with religion. It is not necessary that the religious will be wealthy and the irreligious will be poor. Rather, everyone will get what has been predestined for him. Many people are most dislikeable in the sight of Allah, people who were claimants of their personal divinity, who ruled the world for centuries. The dynasty of Pharaoh ruled for about four centuries, and every Pharaoh